

## قتل ناحق

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ﴾ [الفرقان: ۶۸]

یعنی وہ ناحق کسی ایسی جان کو ہلاک نہیں کرتے جس کی حرمت کو اللہ تعالیٰ نے قائم فرمایا ہے۔

در اصل نوع انسان کے گونا گوں مصالح اور نوع بہ نوع فوائد کے لیے اللہ تعالیٰ نے بڑی سختی کے ساتھ انسانی جان کی حرمت قائم فرمائی ہے۔ اور اسلام کا قانون یہ ہے کہ اس کے مقرر کردہ اسباب و حالات کے سوا کسی دوسری بنیاد پر آدمی کا خون نہ بہایا جائے۔ ان مخصوص حالات و اسباب کی موجودگی میں بھی اس بات کا شدید لحاظ رکھا جائے گا کہ اس اسلامی اجازت کو مخصوص افراد ہی استعمال کریں، بہ صورت دیگر اس بات کا قوی اندیشہ ہوگا کہ کہیں زد میں غیر ذمہ دار افراد نہ آجائیں اور یوں حدود اللہ کی پامالی کے ہم مرتکب ٹھہرائے جائیں۔

## اسلام اور مملوکیّت

اسلام کو آزادی و مساوات کی قدریں جیسی کچھ عزیز ہیں، اس سے کون واقف نہیں! اس کے باوجود سوال کیا جاسکتا ہے کہ پھر اسلام میں غلامی کے ادارے (Institution) کا کیا جواز ہے؟ صاف اور سیدھا جواب یہ ہے کہ اسلام نے غلامی کے ادارے کو ایجاد (Invent) نہیں بلکہ اسے انگیز (Tolerate) کیا ہے۔ انسانی تمدن میں غلامی کا رواج قدیم ترین ادوار سے چلا آ رہا ہے۔ یونان کے عظیم ترین فلاسفہ بھی انسانی طبقات میں آزاد اور غلام کی تقسیم کے قائل تھے، اور غلامی کے ادارے کو تمدن کی ترقی کا ایک ناگزیر زیریہ تصور کرتے تھے۔ (روسو سیاسیات، کتاب اول، باب ۴-۶ بحوالہ اسلام میں غلامی کی حقیقت، ص: ۱۷)

روما کی عظیم ترین سلطنت میں بھی یہ رواج اپنی بدترین صورت میں موجود تھا۔ ان متمدن اقوام میں غلاموں کی کیا حیثیت تھی، اس کا اندازہ صرف ارسطو کے اس قول سے لگایا جاسکتا ہے کہ ”غلام ایک آلہ ہے مگر ذی روح اور ایک کھلونا ہے مگر جاندار۔“ (روسو سیاسیات، کتاب اول، باب ۴-۶ بحوالہ اسلام میں غلامی کی حقیقت، ص: ۳۶، ۳۱)

اس پس منظر میں اسلام کے لیے بھی اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ وہ غلامی کے خاتمے کے لیے تدریج کا راستہ اختیار کرے۔ اس مقصد کے حصول کی خاطر اسلام نے اپنے ماننے والوں کے سامنے غلاموں کو آزاد کرنے کے فضائل بیان کیے اور اس کے لیے بالواسطہ اور بلاواسطہ ایسی متعدد صورتیں تجویز کیں جن میں ان کو آزاد کیے بغیر چارہ نہ رہے۔ ثانیاً: اس نے ان کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی اور ان کے ساتھ کسی قسم کی زیادتی سے سختی کے ساتھ منع کیا۔ ثالثاً: اس نے ان تمام انسانی اور تمدنی حقوق کی ضمانت فراہم کی جو دوسرے آزاد انسانوں کو حاصل ہوتے ہیں۔

اسلام کی اس حوصلہ افزائی کے نتیجے میں دور صحابہ رضی اللہ عنہم میں غلاموں کے طبقے سے جس رتبے کے لوگ پیدا ہوئے اسے جاننے کے لیے صہیب رومی، بلال حبشی، سلمان فارسی اور سام موہلی ابن حذیفہ جیسے اجلہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا نام ہی لے لینا کافی ہے، ان کے بعد کے ادوار میں محمد بن سیرین، امام مالک کے استاد نافع، عبداللہ بن مبارک، عکرمہ، محمد بن اسحاق، عطاء بن ابی رباح، طاؤس بن کيسان، یزید بن حبیب، امام مکحول، میمون بن مہران، امام ضحاک اور ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہم کے رتبے کے لوگ پیدا ہوئے جنہیں آج تک پوری امت اپنا مقتدی اور راہبر تصور کرتی ہے۔ اور معاملہ صرف مسند علم تک محدود نہ رہا بلکہ ہندوستان اور مصر میں ان غلاموں (ممالیک) کی مستقل حکومتیں قائم ہوئیں جس میں قطب الدین ایبک، شمس الدین التمش اور غیاث الدین بلبن جیسے عظیم الشان فرمانروا پیدا ہوئے۔ ممالیک مصر کی حکومت تین سو سال (۱۲۱۵ء-۱۵۱۷ء) کے طویل عرصے تک قائم رہی اور اس وقت کی پوری متمدن دنیا پر عملاً انھی کا پھریرا ہر اتار رہا جسے دیکھ کر پروفیسر ہتی بھی اس اعتراف کے لیے مجبور ہے:

”مسلمانوں کی تاریخ کے علاوہ کہیں اور اس طرح کے خاندان کی ایسی ترقی اور عروج کا مشکل ہی تصور کیا جاسکتا ہے۔“

(سلطان احمد اصلاحی)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا وَمَا كُنَّا لِنَكُونَنَّ

سمایہ دست  
مولانا ابوبکر صدیق السلفی

بانی  
مولانا محمد عطاء اللہ حنیف

مسک اہلحدیث کا داعی و ترجمان

مفتاح  
الاعنصل

یکے از مطبوعات دارالدعوة السلفية

03 جمادی الاولیٰ 1434 ھ جمعۃ المبارک 15 تا 21 مارچ 2013ء

شماره 11 جلد 64

### مجلس ادارت

- شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ مدنی
- مولانا محمد اسحاق بھٹی
- مولانا ارشد الحق اثری
- ملک عصمت اللہ قلغوی
- حافظ حماد شاہر
- حماد الحق نعیم
- حافظ احمد شاہر

### مدیر مسئول

- حافظ احمد شاہر

### مینجر

- محمد سلیم چنیوٹی

### کمپوزنگ

- رضا اللہ ساجد

0333-4786507

0344-4656461

✱ جواہر پارے

قتل ناحق

✱ کلمہ طیبہ

اسلام اور مملوکی

✱ ادارہ

2 حافظ احمد شاہر

✱ درس قرآن

تفسیر سورہ یس..... (۶۳)

✱ افتاء

مسئلہ وراثت

8 مولانا مفتی محمد عبید اللہ خاں عقیف

✱ علوم و معارف

11 فلسفۃ الہیات اور امام رازی رحمہ اللہ..... (۲) آخری (محبوب الرحیم)

✱ تذکرہ علمائے اہل حدیث

20 مولانا بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ..... (۳) (محمد رمضان یوسف سلفی)

✱ سیرت و سوانح

23 حضرت مولانا ابوبکر صدیق السلفی رحمہ اللہ..... (۲) آخری

✱ شعر و ادب

ناگفتہ بہ

(شورش کاشمیری)

خط کتابت کے لیے : ہفت روزہ الاعتصام، 31 شیش محل روڈ، لاہور  
کرنٹ اکاؤنٹ نمبر : ABL 2466-4 بلال گنج برانچ لاہور  
فون نمبر : 042-3735 4406  
فیکس نمبر : 042-37229802  
رجسٹرڈ نمبر : CPL : 12

فی پرچہ : 12/- روپے  
سالانہ : 500/- روپے  
بیرونی ممالک سے : 200/- ریال  
60/- ڈالر امریکی

E-Mail: al.aitisam@gmail.com

پرنٹر: پرنٹ یار ڈپرنٹرز، لاہور۔ ناشر: حافظ احمد شاہر، مقام اشاعت: 31 شیش محل روڈ لاہور 54000

## منصب کا حق

الحمد للہ دین اسلام امن و سلامتی کا مذہب ہے، اسلام اپنے نظام (عدل، عمل، رویوں اور سلوک) سے پھیلا ہے اور جو بھی اسلام کی ٹھنڈی چھاؤں میں آ گیا پرسکون اور مطمئن ہو گیا۔ اسلام تمام انبیاء کے احترام کو واجب قرار دیتا ہے ہر نبی کا دین چونکہ کبھی محدود قبیلے کے لیے، کبھی محدود علاقے کے لیے اور کبھی محدود وقت کے لیے یوں ہوتا تھا کہ دوسرا نبی آنے کے بعد پہلے نبی کا دین اور شریعت منسوخ ہو جاتی تھی لیکن اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے چونکہ دین اسلام قیامت تک کے لیے نازل فرمایا اور نبی ﷺ کو خاتم النبیین یعنی آخری نبی ہونے کے شرف سے مشرف فرمایا اور ان پر اتاری جانے والی کتاب یعنی قرآن مجید کو بھی آخری کتاب فرمایا۔ قرآن مجید کو کتاب ہدایت بایں معنی کہا گیا کہ قیامت تک کے لیے اس کتاب میں مکمل راہنمائی ہے اور اسی کتاب کو مسلمانوں کے لیے قانون و آئین اور اس کے اجمالات کی تشریح نبی ﷺ کی زبان صدق اللسان نے فرما کر اس..... کتاب و سنت..... کو مکمل آئین اور مشعل ہدایت بنادیا۔

نبی ﷺ کی بعثت کے وقت چونکہ دنیا میں یہودی بھی تھے اور نصاریٰ بھی، مشرک بھی تھے اور صابی بھی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ہر نبی ﷺ کے احترام کی تعلیم دی:

”یہ رسول ہم نے ان کے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے ان میں سے کچھ وہ ہیں جن سے اللہ نے کلام کیا، اور ان کے بعض کو درجوں میں بلند کیا اور

ہم نے عیسیٰ بن مریم کو واضح نشانیاں دیں، اور اسے پاک روح کے ساتھ قوت بخشی۔“ (البقرہ: ۱۵۳)

اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ تلقین..... ہی نہیں..... بلکہ تنبیہ بھی کی کہ

”اور انھیں گالی نہ دو جنہیں یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں۔ پس وہ زیادتی کرتے ہوئے کچھ جانے بغیر اللہ کو گالی دیں گے۔“ (الانعام: ۱۰۸)

اس کتاب ہدایت میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے بعض انبیاء ﷺ کو براہ راست نام لے کر مخاطب کیا لیکن نبی ﷺ کو کسی بھی جگہ حرف ندا..... یا..... سے اللہ تعالیٰ نے کہیں بھی خطاب نہیں فرمایا بلکہ سورہ نور کی آخری آیت میں انسانوں کو بھی اس سے منع فرمادیا۔

رسول اللہ ﷺ کے بلانے کو اس طرح نہ بلاؤ جیسے تمہارے بعض بعض بلاتے ہیں۔

اور سورۃ الحجرات میں بارگاہ رسالت مآب ﷺ کے آداب بتلا دیے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

۱: اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو۔ (الحجرات: ۱۰)

۲: اے لوگو جو ایمان لائے ہو اپنی آواز نبی کی آواز کے اوپر بلند نہ کرو اور نہ بات کرنے میں اس کے لیے آواز اونچی کرو تمہارے بعض کے بعض کے لیے

آواز اونچی کرنے کی طرح۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تم شعور نہ رکھتے ہو۔ (الحجرات: ۲)

وطن عزیز کی تاریخ اقلیتوں کے ساتھ سلوک کے لحاظ سے ہمیشہ تابناک رہی۔ ۶۵ سال میں اقلیتوں سے حسن سلوک کے منافی واقعات شاید ایک ہاتھ کے پوروں سے بھی کم ہوں گے۔ کبھی کبھار مسیحی بھائیوں کے بعض عاقبت نااندیش افراد..... جو ہر فرقے، ہر مسلک و مذہب میں ہوتے ہیں..... کی جہالت اور نادانیوں سے وقوع پذیر ہوئے اور تاریخ گواہ ہے کہ جو نبی کوئی ایسا واقعہ ہوا حکومت پاکستان نے اس کا تذکرہ بھی کیا اور مصلحت و نرم روی سے اس کی گرفت بھی کی۔ جب کہ پوری عیسائی دنیا انصاف کے تقاضوں سے بے پروا ہو کر اپنے اپنے مذہبوں کو بچانے کی خاطر عملاً حرکت میں آ جاتی رہی اور

دھمکی، دباؤ یا جس طرح بھی ممکن ہوتا تو بین رسالت یا تو بین مذہب کے ملزم کو پاکستان سے اچک لے جاتی رہی اور حکومت پاکستان مصلحت کوشی سے اس اقدام سے چشم پوشی کرتی رہی۔ المناک حقیقت یہ ہے کہ اغیار بڑی ڈھٹائی سے یہ پروپیگنڈہ بھی کرتے رہے کہ مسلمانوں میں برداشت نہیں جب کہ سامنے کی بات یہ ہے کہ عیسائی مشنریاں پاکستان میں علی الاعلان اپنے مذہب کی ترغیب بھی دیتی ہیں اور تبلیغ بھی کرتی ہیں نیز ان کے مذہبی اور دعوتی لٹریچر کے حصول کے اشتہارات روزنامہ اخباروں میں چھپتے رہے اور چھپ رہے ہیں جب کہ اس کے مقابلے میں یہود کا رویہ تو اب کسی سے ڈھکا چھپا نہیں کہ وہ دنیا بھر میں ہلال و صلیب کے کشمکش میں ہمیشہ صلیب کی فکری و مالی اعانت بھی کرتے ہیں اور اس کو ہلا شیری بھی دیتے ہیں۔ اور صلیب کا سلوک؟ آپ کے سامنے ہے کہ شکست روس کے بعد اس نے خواہ مخواہ مسلمانوں کو اپنے حواس پر سوار کر لیا ہے اور صلیب کے نمائندے مختلف مواقع پر اس نام نہاد دہشت گردی کی جنگ کو صلیبی جنگ کہہ چکے ہیں بلکہ کہہ رہے ہیں۔ باقی رہے ہنود؟ تو بھارت کے مسلم کش فسادات اور کشمیر میں ظلم و ستم کسی دلیل کے محتاج نہیں۔ اور وطن عزیز میں اغیار کی دہشت گردی..... بلوچستان، قبائلی علاقوں، کراچی اور پنجاب میں بم دھماکوں اور خودکش واقعات..... میں بھارت کا کردار کوئی ڈھکا چھپا نہیں اس بات کا جناب وزیر داخلہ..... شاید غلطی سے؟..... ایک بار غیر ملکی ہاتھ تسلیم کر چکے ہیں۔ اب بتائیے کہ عدم برداشت کس میں ہوئی؟ ہمارے بزرگرم بھی عجیب مخلوق ہیں کہ وہ مسلمانوں سے برسر پیکار قوتوں..... کو جاننے کے باوجود..... ان کا نام نہیں لیتے۔ جو طاقتیں وطن عزیز کو غیر مستحکم کرنا چاہتی ہیں..... یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ حکومت کی نظر میں نہ ہوں..... یہی وہ طاقتیں ہیں جو وطن عزیز سے..... توانائی کے بحران سے..... صنعت و زراعت ختم کر کے وطن عزیز کو کفار کی منڈی بنانا چاہتی ہیں، ان سب طاقتوں کا تو جناب وزیر داخلہ نام نہیں لیتے بلکہ پاکستان کی مذہبی تنظیموں کے اقرار کا کوئی نہ کوئی انھیں الہام ہو جاتا ہے اور وہ فوراً اخبارات میں دہشت گردی کی ذمہ داری قبول کرنے کا بیان داغ دیتے ہیں۔ اب آج کل ان کے جو بیانات اخبارات میں آرہے ہیں کیا وہ ان کے مخصوص بغض و عناد کا مظہر نہیں؟ پہلے ہر حادثہ طالبان یا کسی مذہبی تنظیم کے سرمڑھ دیا جاتا تھا اب اس کو پنجاب حکومت کے سر تھوپا جا رہا ہے۔ جناب والا کوئی مسلمان کسی غیر مسلم سے اس نفرت اور ان کے ساتھ اس ظلم کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ سیاست کی چشم مینا رکھنے والے ان بیانات کی حقیقت خوب جانتے ہیں۔ اس طرح کے بیانات سے آپ کا قد..... چھوٹا ہوتا ہے..... ازراہ کرم آپ اپنے وقار کا خیال رکھیں۔

بادامی باغ میں ہونے والے اس اندوہناک، غیر اسلامی، وطن دشمن واقعے کو کوئی مسلمان عالم تو کجا بے علم بھی اس کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے کیونکہ اسلام کسی بھی صورت میں عام شہری کو قانون ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں دیتا۔ اب جو تفصیلات سامنے آ رہی ہیں ان کے مطابق تو یہ دو شراعیوں کا نشے کی حالت میں جھگڑا سامنے آیا ہے۔ اب اس واقعے سے کون فائدہ اٹھانا چاہتا تھا یا کس نے فائدہ اٹھایا؟ یہ کوئی ایسی پہیلی نہیں جسے کوئی بوجھ نہ سکے۔ بلوچستان میں مسلکی عنوان پر قتل و غارت، کراچی میں سیاست کے عنوان پر خونریزی، شمالی علاقہ جات میں ڈرون حملے اہم سرکاری بلکہ قانون نافذ کرنے والے اداروں میں دہشت گردی اور اب مذہب کے نام پر جو افسوس ناک واقعات شروع کیے جا رہے ہیں کیا ان واقعات کے مجرمین وہی وطن دشمن لوگ نہیں جو پاکستان میں عدم استحکام پیدا کر کے اور انار کی پھیلا کر پاکستان کے مستقبل کو تاریک اور خوفناک کرنا چاہتے ہیں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ یہ لوگ، گروہ یا طبقہ پاکستان کی ذہین ترین ایجنسیوں سے اوجھل ہوں؟ یہ ایجنسیاں جب پاتال سے ملزمین کو ڈھونڈ کر غائب کرنے کی اور ان سے سب کچھ اگلوانے کی صلاحیت رکھتی ہیں تو کیا ان اندوہناک واقعات کی تہہ تک نہیں پہنچ سکتیں؟

جناب وزیر اعلیٰ سے درخواست ہے کہ وہ ان بلوائیوں کو بھی ضرور پکڑیں، سزا دیں جنہوں نے قانون ہاتھ میں لے کر دین و وطن کی عزت تار تار کر دی لیکن اصل پکڑ تو شیطنیت کے ان کریہہ دماغوں کی ہونی چاہیے اور ان کو ہر مصلحت سے بالا ہو کر عیاں کرنا چاہیے اور سر عام سزا بھی دینی چاہیے جو اس کے منصوبہ ساز ہیں جنہوں نے اس گھناؤنی حرکت کا ارتکاب کیا۔ پنجاب پولیس سازش سوگھنے میں تو مشہور ہے۔ آپ اقتدار، سیاست اور ہر مصلحت سے بالا ہو کر مجرموں کو ننگا کریں اس سے آپ کی آخرت بھی ان شاء اللہ بہتر ہوگی اور دنیا بھی اور اس سے آپ کے منصب کا حق بھی ادا ہو جائے گا۔

## تفسیر سورہ یس

مولانا ارشاد الحق اثری

طہارت فضلات کے دلائل کا جائزہ:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے آنحضرت ﷺ کے فضلات کی طہارت کے دلائل کا ”فتح الباری“ میں تو ذکر نہیں کیا، صرف اتنا فرمایا ہے: یہ دلائل باکثرت ہیں۔ البتہ ”التلخیص الحبیر“ میں ان دلائل کا ذکر کیا ہے۔ ہم یہاں ان دلائل کا جائزہ قارئین کرام کی خدمت میں نہایت اختصار کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔

آپ ﷺ کے خون مبارک کے بارے میں روایات:

①..... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ قریش کے ایک غلام نے رسول اللہ ﷺ کو سینگ لگائی۔ وہ آپ ﷺ کا خون مبارک لے کر گیا تو دیوار کے پیچھے جا کر اسے پی لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے منہ کی طرف دیکھا اور فرمایا: ”تم پر افسوس ہے! تم نے خون سے کیا کیا؟“ اس غلام نے کہا: میں نے دیوار کے پیچھے اسے غائب کر دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”کہاں غائب کیا ہے؟“ تو اس نے کہا: میں نے مناسب نہ سمجھا کہ اسے زمین پر گراؤں، میں نے اُسے اپنے پیٹ میں اندیل لیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ تم نے اپنے آپ کو آگ سے بچا لیا۔“

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ہی ذکر کیا ہے کہ امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ”المجروحین“ (۵۹/۳) میں نقل کیا ہے: اس کا راوی نافع ابو ہریرہ حضرت عطاء کے واسطے سے ایک من گھڑت نسخہ روایت کرتا ہے، اس میں ایک یہ روایت بھی ہے۔ امام یحییٰ بن معین نے اسے کذاب کہا ہے۔ (التلخیص: ۳۱/۱)

گویا نافع ابو ہریرہ کذاب کا بنایا ہوا قصہ ہے۔ امام دارقطنی نے اور

امام ابو حاتم نے اسے متروک، امام نسائی نے لیس بشفقہ کہا ہے۔

(لسان المیزان: ۱۴۶/۶، الموضوعات: ۲۱۵/۳)

علامہ ابن جوزی نے اسے ”لا یصح“ (العلل المتناہیة: ۱/۱۸۱) اور علامہ ابن الملقن نے ”ضعیف جدا“ کہا ہے۔

(البدرا المنیر: ۱/۴۷۴)

②..... حافظ ابن حجر نے اس سلسلے میں دوسری حدیث سالم بن ابی ہند الحجام رضی اللہ عنہ کی ذکر کی ہے جسے ابو نعیم نے ”معرفۃ الصحابہ“ (۱۳۴/۳) میں ذکر کیا ہے۔ سالم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو سینگ لگائی اور سینگ میں جمع شدہ خون پی لیا اور آپ ﷺ سے عرض کیا کہ میں نے وہ خون پی لیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم پر افسوس ہے! تمہیں معلوم نہیں کہ خون حرام ہے آئندہ ایسا نہ کرنا۔“ (التلخیص: ۳۰/۱)

حافظ ابن حجر نے اس کے بارے میں فرمایا ہے کہ اس کی سند میں ابوالحجاف ہے اور اس میں کلام ہے۔ ابوالحجاف کا نام داود بن ابی عوف ہے اور وہ مختلف فیہ ہے۔ حافظ ابن حجر نے تقریب میں کہا ہے: ”صدوق شیعہ ربما أخطأ من السادسة.“

(ص: ۹۴)

”وہ صدوق ہے، شیعہ ہے، بسا اوقات غلطی کرتا ہے اور چھٹے طبقے کا ہے۔“

اس لیے اس حدیث کو حسن درجے کی تسلیم کیا جائے تو بھی اس میں انقطاع کی علت پائی جاتی ہے کیونکہ خود حافظ ابن حجر نے ”تقریب“ کے مقدمے میں لکھا ہے کہ ”طبقة سادسہ کے راوی ایسے ہیں کہ جن کی کسی صحابی سے ملاقات ثابت نہیں۔“ مزید یہ کہ موسیٰ بن



علامہ ابن المقلن نے بھی اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

(البدر المنیر: ۱/ ۴۸۰)

تعب ہے کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ”التلخیص“ میں اس روایت پر خاموشی اختیار کی ہے مگر ”تقریب“ (ص: ۲۲) میں اسی راوی کو مستور قرار دیا ہے۔ اس کا لقب بُریہ ہے۔ بعض نے اس کا نام ہی بُریہ قرار دیا ہے۔ خود حافظ ابن حجر نے ”لحم حباری“ کی روایت، جو اسی کے واسطے سے ہے، کو ضعیف کہا ہے۔

(التلخیص: ۴/ ۱۵۴)

علامہ بوسیری نے بھی کہا ہے کہ بعض راوی مجہول ہونے کی وجہ سے اس کی سند مجہول ہے۔ (اتحاف الخیر: ۷/ ۲۹) بلکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: اس کی سند مجہول ہے۔ مزید تفصیل کے لیے علامہ البانی کی ”الضعیفۃ“ (رقم: ۱۰۷۴) ملاحظہ ہو۔ اس لیے علامہ پیشی نے (مجمع الزوائد: ۸/ ۲۷۰) طبرانی کے حوالے سے نقل کر کے جو اس کے راویوں کو ثقہ کہا ہے، قطعاً درست نہیں۔ وللتفصیل موضع آخر۔

۴..... حافظ ابن حجر نے چوتھی حدیث حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے بحوالہ بزار، طبرانی، حاکم اور بیہقی وغیرہ نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سبکی لگوائی، مجھے سبکی کا خون دیا اور فرمایا: ”جاؤ اسے غائب کر دو۔“ میں گیا تو میں نے اسے پی لیا۔ جب واپس آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم نے کیا کیا ہے؟“ میں نے عرض کیا: میں نے اسے غائب کر دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”شاید تم نے اسے پی لیا ہے؟“ میں نے عرض کیا: جی ہاں، میں نے اسے پی لیا ہے۔

(التلخیص: ۱/ ۳۰)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: ”اس کی سند میں بنید بن قاسم ہے جو ”لا بأس بہ“ لیکن ”مشہور بالعلم“ نہیں ہے۔“ ابن حبان نے ”الثقات“ (۵/ ۵۱۵) میں اسے ذکر کیا ہے۔ اور حافظ ذہبی نے کہا ہے: مجھے اس کے بارے میں جرح معلوم نہیں۔

(السیر: ۳/ ۳۶۶)

عبدالرحمن کے حالات تتبع کے باوجود نہیں مل سکے، اس لیے یہ روایت اپنے ضعف کے باوجود مسئلہ زیر بحث کے حق میں استدلال کے قابل نہیں اور نہ یہ روایت خون کے پینے کی تحسین اور خون کے طاہر ہونے کی دلیل ہے بلکہ ((ویحک! أما علمت أن الدم حرام، لا تعد .)) کے الفاظ اس کے حرام ہونے اور آئندہ اسے پینے کی ممانعت پر صریح دلیل ہیں۔

۵..... حافظ ابن حجر نے تیسری حدیث بحوالہ بزار، ابن ابی شیمہ اور شعب الایمان للبیہقی حضرت سفینہ رضی اللہ عنہا سے نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سبکی لگوائی، پھر فرمایا کہ جانوروں، پرندوں اور لوگوں سے بچانے کے لیے خون کو دفن کر دو۔ میں آپ ﷺ سے دور گیا اور اسے پی لیا۔ میں نے خون کے پینے کا آپ ﷺ سے ذکر کیا تو آپ ﷺ ہنس پڑے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس روایت کو ذکر کر کے بالکل خاموش رہے ہیں، صحت یا ضعف کا کوئی حکم نہیں لگایا۔ حالانکہ اس کا دار و مدار ابراہیم بن عمر بن سفینہ پر ہے۔ حافظ ابن جوزی نے العلل المتنبیہ (۱۸۰/۱) میں اسے ذکر کیا ہے اور ابن حبان کا اس پر کلام نقل کیا ہے: ”لا یحل الاحتجاج بابراہیم بن عمر۔“ ”ابراہیم سے استدلال درست نہیں ہے۔“

بلکہ ان کا پورا کلام یہ ہے:

”یخالف الثقات فی الروایات، یروی عن أبیه ما لا یتابع علیہ من روایۃ الثقات، فلا یحل الاحتجاج بخبرہ بحال۔“

(المجروحین: ۱/ ۱۱)

”وہ ثقہ راویوں کی مخالفت کرتا ہے۔ اپنے باپ سے ایسی روایات بیان کرتا ہے کہ ثقات اس کی متابعت نہیں کرتے، اس لیے اس کی حدیث سے کسی صورت استدلال درست نہیں۔“ امام ابن حبان نے اس کے ترجمے میں یہ روایت ذکر کی ہے۔

علامہ بوصیری اور علامہ سیوطی نے اس روایت کو حسن کہا ہے۔  
(اتحاف الخیرہ: ۹۱/۲، الخصائص الکبریٰ: ۳۲۰/۳)  
مگر ان کی یہ تحسین محل نظر ہے۔ ابن حبان کا ”ثقات“ میں ذکر کرنا اس کے ثقہ ہونے کی قابل اعتماد دلیل نہیں، خود حافظ ابن حجر نے ”لسان المیزان“ (۱۴/۱) میں اس کی وضاحت کر دی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ ابن ملقن نے کہا ہے: ”لا یعلم له حال.“ ”اس کا حال معلوم نہیں۔“ (البدر المنیر: ۴۷۶/۱)

بلکہ انھوں نے علامہ ابن دقیق العید کی ”الإلمام“ (۳۸۵/۳) سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ ”بہید بن قاسم کے علاوہ اس کی سند میں کوئی اور نہیں جس کا حال محتاج بیان ہو۔“ اس لیے وہ مجہول الحال ہے۔  
علامہ پیشی نے ایک جگہ (ابن حبان کی متابعت میں) اسے ثقہ کہہ دیا ہے۔ (مجمع: ۲۷۰/۱۸) جب کہ دوسرے مقام پر اسے مجہول کہا ہے۔ (مجمع: ۲۸/۱۸)  
امام بخاری رحمہ اللہ نے ”التاریخ الکبیر“ (۲۴۸/۸) میں اور امام ابن ابی حاتم نے ”الجرح والتعذیل“ (۱۲۱/۹) میں اس کا ذکر کیا ہے اور اس پر سکوت اختیار کیا ہے۔  
اس لیے اس راوی کی توثیق ثابت نہیں بلکہ وہ مجہول الحال ہے، لہذا یہ روایت بھی ضعیف ہے۔

⑤..... حافظ ابن حجر نے ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث (حضرت عبداللہ بن زبیر رحمہ اللہ کی بجائے) حضرت اسماء بنت ابی بکر الصدیق سے طبرانی اور دارقطنی میں ہے مگر اس میں علی بن مجاہد ضعیف ہے۔

(التلخیص: ۳۱/۱۸)  
عرض ہے کہ یہ راوی ضعیف نہیں بلکہ متروک ہے جیسا کہ خود حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ”التقریب“ (ص: ۲۴۸) میں کہا ہے بلکہ یہ بھی فرمایا کہ امام احمد رحمہ اللہ کے شیوخ میں اس سے زیادہ اور کوئی ضعیف نہیں ہے۔

مزید برآں اس کا استاد رباح النوبلی مجہول ہے، حافظ ذہبی نے کہا ہے:

”لینہ بعضهم ولا یدری من هو.“

(میزان: ۳۸/۲)

”بعض نے اسے کمزور کہا ہے، حالانکہ معلوم نہیں یہ کون ہے۔“  
یہی کچھ حافظ ابن حجر نے ”لسان المیزان“ (۴۴۳/۲) میں کہا ہے۔

⑥..... حضرت عبداللہ بن زبیر رحمہ اللہ کی مذکورہ بالا حدیث حافظ ابن حجر نے جزء العطر یف، طبرانی اور ابونعیم کے حوالے سے حضرت سلمان فارسی رحمہ اللہ سے بھی بیان کی ہے اور اس پر کوئی نقد و تبصرہ نہیں کیا۔ (التلخیص: ۳۱/۱۸)

البتہ علامہ علی متقی نے ”کنز العمال“ (۴۶۹/۱۳) میں کہا ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ مگر یہ بات درست نہیں۔ کیسان مولیٰ ابن الزبیر کا ترجمہ تتبع بسیار کے باوجود نہیں ملا۔ اس کا شاگرد سعد ابو عاصم جو سعد بن زیاد ہے، امام ابو حاتم (الجرح والتعذیل: ۱۳/۴) نے اس کے بارے میں فرمایا ہے:

”یکتب حدیثہ ولیس بالمتین.“

(میزان: ۱۲۱/۲)

تنہا ابن حبان نے الثقات (۳۷۸/۶) میں اسے ذکر کیا ہے۔

(لسان: ۱۶/۳)

ایسے راوی کی روایت قابل استشہاد تو ہوتی ہے استدلال کے قابل نہیں ہوتی۔

⑦..... المستدرک للحاکم (۵۲۳/۳) اور المعجم الکبیر للطبرانی (۴۱/۶) میں ہے کہ غزوہ احد میں رسول اللہ ﷺ جب زخمی ہوئے تو مالک بن سنان رحمہ اللہ نے آپ ﷺ کا خون چوس لیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جو چاہتا ہے کہ ایسے شخص کو دیکھے جس کے خون میں میرا خون ملا ہو“ وہ مالک بن سنان کو دیکھ لے۔“  
یہ روایت معجم الصحابة للبغوي (رقم: ۲۰۵۸) اور ابونعیم کی ”معرفة الصحابة“ میں بھی منقول ہے۔ امام حاکم نے اس پر سکوت اختیار کیا ہے مگر علامہ ذہبی نے ”تلیخیص المستدرک“ میں یہ کہہ کر اس کی کمزوری واضح کر دی ہے کہ ”إسناده مظلم“ اس



۷

عطاء اور اہل حجاز نے کہا ہے: خون نکلنے سے وضو کی ضرورت نہیں۔ حافظ ابن حجر نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ، ابن عمر، سعید بن جبیر، سعید بن مسیب اور فقہائے سبعہ مدینہ طیبہ کا اور امام مالک اور امام شافعی وغیرہ کا یہی قول ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب زخمی ہوئے تو ان کا خون بہہ رہا تھا اور وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ ذات الرقاع میں صحابی کو تیر لگا، خون بہتا رہا اور وہ نماز پڑھتے رہے۔ خون نجس ہوتا تو اس کے نکلنے سے نہ وضو ہوتا نہ ہی نماز جائز ہوتی۔ (تحفة الأحوذی: ۹۰ / ۲)

اس لیے اگر رسول اللہ ﷺ کا خون پینا ثابت ہو جائے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ پینے والے نے نجس سمجھنے کے باوجود اسے پیا تھا۔ اکثر روایات میں خون کو دفن کر دینے کا حکم بھی اسی بات کا مُشرع ہے کہ آپ ﷺ کا دم مبارک نجس نہیں تھا۔ یہ حکم بھی احتراماً تھا تاکہ جانور اور پرندے اسے نہ کھائیں۔

### اعلان تسبیح تزکیہ

گزشتہ رمضان المبارک میں بعض حضرات کو حصول تعاون کے سلسلے میں تزکیہ دیے گئے تھے جو صرف رمضان المبارک کی حد تک قابل استعمال تھے۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ کچھ حضرات مسلسل ان تزکیہ جات کو استعمال کرتے ہوئے چندہ وصول کر رہے ہیں۔ تمام احباب جماعت کو اعلان ہذا کے ذریعے مطلع کیا جاتا ہے کہ میرے حوالے سے تمام تزکیہ جات منسوخ سمجھے جائیں اور ان پر کسی کو چندہ وغیرہ نہ دیا جائے۔

منجانب: محمد یسین راہی

امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث، ضلع راجن پور

مدیر ادارہ تبلیغ اسلام، جام پور۔ فون: 0333-8556473

کی سند تاریک ہے۔ کیونکہ ام سعید بن مسعود اور ام عبدالرحمن بنت ابی سعید دونوں مجہول ہیں، ان کا کہیں اتنا پتا نہیں ملا۔ شیخ مقبل بن ہادی رحمہ اللہ بھی ”رجال الحاکم فی المستدرک“ میں ان کے بارے میں خاموش ہیں۔ علامہ ابن مقلن نے کہا ہے:

”فیہ مجاہیل، لا أعر فہم بعد الکشف عنہم۔“ (البدر المنیر: ۴۸۱ / ۱)

”اس میں کئی مجہول ہیں۔ ان کے بارے میں تلاش کے باوجود میں انہیں نہیں پہچانتا۔“

اس روایت کی ایک اور سند ”المعجم الأوسط للبطرانی“ (۱۰ / ۴۰، ۴۱) اور ابو نعیم کی ”معرفۃ الصحابة“ (۲۳۵۶ / ۵) میں ہے مگر اس میں مصعب بن اسحق کو تنہا ابن حبان نے ”الثقات“ (۱۷۳ / ۹) میں ذکر کیا ہے۔ جب کہ امام بخاری اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے اس سے سکوت اختیار کیا ہے۔ اہل علم بہ خوبی واقف ہیں کہ تنہا ابن حبان کی توثیق معتبر نہیں۔ اس کا استاد ربیع بن عبدالرحمن بن ابی سعید الخدری ”مقبول“ ہے۔ (تقریب: ص: ۱۰۰)

ابن حبان نے اسے ”الثقات“ میں ذکر کیا ہے اور ابن عدی نے ”أرجو أنه لا بأس به“ کہا ہے جب کہ امام بخاری نے منکر الحدیث، امام احمد نے ”رجل لیس بمعروف“ اور ابو زرعة نے ”شیخ“ کہا ہے۔ (تہذیب: ۲۳۸ / ۳، میزان: ۳۸ / ۲)

قارئین کرام! رسول اللہ ﷺ کا خون پینے والوں کے حوالے سے روایات آپ کے سامنے ہیں۔ ان میں کوئی روایت بھی ایسی نہیں جو حسن یا صحیح ہو۔ اگر ان تمام کے مجموعے سے اس کا اصل تسلیم بھی کر لیا جائے تو ان سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ ﷺ کے تمام فضلات پاک ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کیا عام انسان کا خون رانج قول کے مطابق انسان کی تکریم اور عظمت کی بنا پر حرام ہے۔ اس کا حرام ہونا نجس ہونے کی وجہ سے نہیں الّا یہ کہ وہ سبیلین سے نکلے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: مسلمان ہمیشہ سے اپنے زخموں میں نماز پڑھتے تھے۔ امام طاووس، محمد بن علی،

## مسئلہ وراثت اور ہبہ کی شرعی صورت

مولانا مفتی محمد عبید اللہ خاں عقیف رحمۃ اللہ علیہ

**سوال:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ سائلین حلفاً عرض گزار ہیں کہ ہمارے دادا جان میاں حاکم علی کی جائیداد بقول ہماری دادی غلام بتول صاحبہ، تین عدد دکانیں گندم منڈی، دو عدد دکانیں کوٹ بدر دین، ایک احاطہ مع آٹا چکی موضع پیارے لال بستی چراغ شاہ اور پانچ کنال اراضی واقع ٹنیری موضع دین گڑھ اور رہائشی مکان وغیرہ تھی۔ میاں حکم علی کے دو بیٹے میاں عبدالرشید اور میاں ابراہیم تھے۔ میاں عبدالرشید کی دو بیٹیاں نسیم بیگم اور پروین اختر ہیں اور میاں ابراہیم (والد گرامی) کے تین بیٹے محمد اسماعیل، محمد اسحاق، محمد یعقوب ہیں اور ایک بیٹی نرگس ابراہیم ہے۔ ہمارے والد کی صحبت اچھی نہ تھی، اس لیے ساری جائیداد کا کثرتول تایا جان میاں عبدالرشید کے ہاتھ تھا۔ مورخہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۶۲ء کو میاں ابراہیم وفات پا گئے۔ اس وقت ہم بہن بھائی نابالغ تھے، بڑے بھائی اسماعیل کی عمر دس برس، نرگس سات برس، اسحاق پانچ برس اور یعقوب دس برس کا تھا۔ ہمارے تایا جان نے ۱۹۶۶ء میں اپنے داماد کے کہنے پر تحصیل دار کو گھر بلا کر ہمارے اور دادی جان اور والدہ کے انگوٹھوں کے نشانات اور دستخط قانونی کاغذ پر لے لیے اور بتایا کہ یہ ٹیکس کے کاغذات ہیں۔ جب ہم کاروبار کے قابل ہوئے تو ہمیں علم ہوا کہ تایا جان نے ساری جائیداد اپنے نام کروالی ہے۔ ہماری دادی جان غلام بتول بار بار کہتی رہیں کہ اپنے بھائی کے حکم کے مطابق ان یتیم بچوں کو آدھی جائیداد دے دیں لیکن میاں عبدالرشید نہ مانے۔ ہماری دادی صاحبہ نے مجبور ہو کر اپنا رہائشی مکان مورخہ اکتوبر ۱۹۸۲ء کو کچھری جا کر اپنے

چھوٹے پوتے یعقوب کے نام ہبہ کر دیا۔ جب کہ ہماری تائی جان اکتوبر ۱۹۹۷ء کو وفات پا گئیں۔ اس کے بعد بھی عبدالرشید صاحب نے نہ سوچا حتیٰ کہ وہ بھی جنوری ۱۹۹۹ء کو اس دنیا سے چلے گئے۔ ہمارے تایا جان کی بینک میں ۳۰ لاکھ رقم تھی۔ محمد اسحاق جو اس وقت بینک میں ملازم تھا، نے رقم نکلا کر اپنے تایا کی بیٹی اور داماد حاجی حمید اکبر کے حوالے کی۔ اب حقیقت میں ساری جائیداد پر قبضہ ہمارے تایا جان کی بیٹیوں اور دامادوں کا ہے جب کہ اس تایا جان کی دو بیٹیاں نسیم بیگم اور پروین اختر حیات ہیں۔ ادھر سائلین کی والدہ جہانگیر زوجہ میاں ابراہیم اور بیٹے محمد اسحاق، محمد اسماعیل، محمد یعقوب اور بیٹی نرگس ابراہیم حیات ہیں۔ آپ قرآن و سنت کی روشنی میں ہماری راہنمائی فرمائیں کہ جو مکان ہماری دادی نے ہبہ کیا تھا اس کا کیا حکم ہے؟ اور جائیداد میں سے ہمارا کتنا کتنا حصہ ہے؟

نوٹ: غلام بتول صاحبہ نے جو مکان اپنے پوتے محمد یعقوب کو ہبہ کیا ہے وہ مکان حاکم علی (ہمارے دادا جان) کی جائیداد کا حصہ نہیں بلکہ وہ مکان انھیں اپنے والدین کی طرف سے ملا ہے۔

(سائلین: شیخ محمد اسماعیل، شیخ محمد اسحاق، شیخ محمد یعقوب، نرگس ابراہیم)

**جواب:** بشرط صحت سوال صورت مسئلہ میں عبدالرشید جس شرعی

قانون وراثت کی بنیاد پر والد کا وارث ہے، اسی قانون ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ﴾ کے تحت ابراہیم بھی شرعی وارث ہے، اس لیے یہ دھاندلی سراسر جعل سازی ہے جو شرعاً حرام ہے۔ عبدالرشید کی اس جعل سازی کے ہو بہو واقعہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں پیش آچکا ہے جسے آپ ﷺ نے کالعدم

قرار دیا تھا، اور وہ یہ ہے:

”عن جابر جاء ت امرأة سعد بن الربيع إلى رسول الله ﷺ بابتنيها من سعد، فقالت: يا رسول الله ﷺ! هاتان ابنتا سعد بن الربيع، قتل أبوهما معك في أحد شهيدا، وإن عمهما أخذ مالهما فلم يدع لهما مالا ولا ينكحان إلا بمل. فقال: ((يقضي الله في ذلك.)) فنزلت آية الميراث، فأرسل رسول الله ﷺ إلى عمهما فقال: ((اعط ابنتي سعد الثلثين وأمهما الثلثين وما بقي فهو لك.))“

(رواه الخمسة إلا النسائي، فقه السنة: ۳/ ۴۲۴)  
”حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت سعد کی دو بیٹیوں کو لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور عرض گزار ہوئی کہ یہ دونوں سعد بن ربیع کی بیٹیاں ہیں جو جنگ احد میں شہید ہو چکا، ان کے چچا نے ان کا سارا مال ہتھیا لیا ہے، بغیر مال کے یہ بیٹیاں کس طرح بیاہی جائیں گی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ تیرے متعلق فیصلہ نازل فرمائے گا۔“ تب یہ آیت میراث نازل ہوئی۔ آیت کے نازل ہوتے ہی آپ ﷺ نے بچیوں کے چچا کو حکم دیا کہ ان کے باپ کے ترکے سے دو تہائی بچیوں کو دو اور آٹھواں حصہ (۱/۸) سعد کی بیوی کو ادا کرو۔ بعد ازاں جو باقی بچے وہ آپ کا ہے۔“

اس حدیث سے دو باتیں ثابت ہوئیں، ایک یہ کہ دھوکا اور جعل سازی کے ساتھ کسی صاحب حق کو اس کے حق سے محروم نہیں کیا جاسکتا۔ دوسری یہ کہ غاصب پر شرعاً لازم ہے کہ جس کا حق غصب کیا ہے اس کا حق واپس کرے۔ لہذا عبدالرشید پر شرعاً فرض تھا کہ وہ اس جعل سازی کا مرتکب نہ ہوتا اور اس ارتکاب کے بعد اس پر فرض تھا کہ وہ تائب ہو کر اپنے یتیم بھتیجوں کا پورا حق واپس کرتا۔ چونکہ اس نے

اپنے بھتیجوں کا حق اپنی زندگی میں واپس نہیں کیا، لہذا اُس کی دونوں بیٹیوں: نسیم بیگم زوجہ حاجی حمید اکبر اور پروین اختر زوجہ صفت الہی اور دونوں دامادوں پر شرعاً واجب ہے کہ وہ عبدالرشید کی اور اپنی اچھی عاقبت کے پیش نظر حاکم علی کی کل جائیداد منقولہ وغیرہ منقولہ کا نصف حصہ ابراہیم کے بیٹوں بیٹوں محمد اسحاق، محمد اسماعیل، محمد یعقوب اور بیٹی زگس کو فوراً واپس کریں۔ ورنہ اللہ کے ہاں جواب دہی کے لیے تیار رہیں کیونکہ عبدالرشید اور حاجی حمید اکبر کی یہ غیر شرعی کارروائی سراسر ظلم اور جعل سازی ہے اور حدود اللہ کی کھلم کھلا مخالفت ہے جو جہنم میں لے جانے والی ہے:

أَوَّلًا:..... اس لیے کہ یہ اکل بالباطل ہے اور اکل بالباطل حرام ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:  
﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ [النساء: ۲۹]  
”مسلمانو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق طور سے مت کھاؤ۔“

لفظ باطل وسیع الذیل لفظ ہے۔ یہ لفظ ہر قسم کی جعل سازی، فریب کاری، حیلہ سازی، دھوکا دہی، سود، جوا، رشوت، غصب اور ہر غیر شرعی مال کو متضمن ہے۔

ثانیاً:..... اس لیے کہ یہ سراسر ظلم ہے اور ظلم کا انجام معلوم ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:  
﴿مَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ عَدْوَانًا وَظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيهِ نَارًا﴾ [النساء: ۳۰]  
”جو شخص ظلم اور جبر سے ایسا کرے، یعنی کسی کا مال ناحق کھائے تو ہم اس کو قیامت کے دن جہنم میں ڈال دیں گے۔“

ثالثاً:..... اس لیے کہ عبدالرشید اپنے زیر کفالت یتیم بھتیجوں کی حق تلفی کا مرتکب قرار پایا ہے اور یتیم کی حق تلفی کی سزا بھی معلوم ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ

اوپر کی حدیث بھی اس مسئلے میں نص ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سعد کی دو بیٹیوں کو صرف دو تہائی ترکہ دیا تھا، لہذا عبدالرشید کے ترکے کا ۳/۴ اس کے بھتیجوں اسحاق، اسماعیل، یعقوب کو ملے گا مگر زکریا کا ۱/۴ ابراہیم محروم رہے گی، جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم میں ہے:

((أَلْحَقُوا الْفَرَائِضَ بِأَهْلِهَا، فَمَا بَقِيَ فَهُوَ لِأُولَىٰ رَجُلٍ ذَكَرَ.)) (صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۶۷۳۲، صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۱۶۱۵) یعنی حصہ داروں کے حصوں کو ادا کرنے کے بعد جو بچ جائے وہ مورث کے قریبی مرد کو ملے گا۔

اسی طرح دادی غلام بتول کا اپنا مکان اکیلے یعقوب کو ہبہ کرنا، اسحاق، اسماعیل اور زکریا بنت ابراہیم، نسیم و پروین دختران عبدالرشید کو محروم کرنا جب کہ وہ بھی پوتے اور پوتیاں ہیں شرعاً غلط ہے کیونکہ ہبہ میں تمام ورثاء برابر کے حصہ دار ہوتے ہیں، جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے:

”عن النعمان بن بشیر أن أباه أتی به إلی رسول الله ﷺ فقال: إني نحلته ابني هذا غلاماً، فقال: ((أكل ولدك نحلته مثله؟)) قال: لا، قال: ((فارجه.))“

(صحیح بخاری: ۳۵۲/۱)

”حضرت نعمان بن بشیر کہتے ہیں کہ میرے والد مجھے ساتھ لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور کہا: میں نے اپنے بیٹے نعمان کو ایک غلام ہبہ کیا ہے۔ آپ ﷺ نے استفسار فرمایا اور پوچھا: ”کیا تو نے اپنے دوسرے بیٹوں کو بھی ایک ایک غلام ہبہ کیا ہے؟“ عرض کی: نہیں۔ فرمایا: ”غلام واپس لے لے (یعنی یہ جائز نہیں۔)“

دوسری روایت میں ہے:

((فاعدلو بين أولادكم.))

”اپنی اولاد کے درمیان عدل کرو۔“ (باقی صفحہ نمبر ۱۹ پر ملاحظہ کیجیے)

فِي بُطُونِهِمْ نَارًا وَ سَيَصْلَوْنَ سَجِيرًا [النساء: ۱۰]

”بیشک جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھا جاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ کے انگارے بھرتے ہیں اور آخرت میں جہنم میں جانے والے ہیں۔“

رابعاً:..... اس لیے کہ عبدالرشید کی یہ جعل سازی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی اور حدود اللہ کی صریح خلاف ورزی ہے جس کی سزا جہنم ہے، جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

﴿وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَ مَا يَدْخُلُهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُّهِينٌ﴾ [النساء: ۱۴]

”اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے اور اس کی حدود کو پھیلا کر جائے تو اللہ اس کو دوزخ میں لے جائے گا اور ہمیشہ عذاب میں رہے گا اور ذلت کی مار کھائے گا۔“

ان چاروں وجوہ کا تقاضا ہے کہ عبدالرشید کو اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے محفوظ رکھنے کے لیے ابراہیم کا مکمل حصہ اس کی اولاد کو واپس کر دیا جائے، ورنہ عبدالرشید کے ساتھ اس کی بیٹیوں اور ان کے خاندانوں کا حشر بھی غاصبوں، جعل سازوں، حدود اللہ کے باغیوں اور یتیموں کا مال کھانے والے ظالموں کے ساتھ ہوگا اور ان کا انجام کیا ہوگا؟ کوئی سر بستہ راز نہیں، لہذا جواب دہی کے لیے تیار رہیں۔

دوسرا مسئلہ یہ کہ عبدالرشید کے پورے ترکے پر اس کی بیٹیوں کا قبضہ کر لینا بھی شرعاً غلط ہے کیونکہ اللہ فرماتا ہے:

﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِيَيْنِ فَإِنَّ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ﴾ [النساء: ۱۱]

”اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ اولاد کے باب میں مرد کو دو عورتوں کے برابر حصہ ملے گا، اگر بیٹیاں دو سے زائد ہوں (اور کوئی بیٹا نہ ہو) تو ان کو کل ترکے سے صرف دو تہائی حصہ ملے گا (باقی حصہ دوسرے وارث کو ملے گا۔)“

## فلسفہ الہیات اور امام رازی رحمہ اللہ

## نقد و نظر کے آئینے میں

موہب الرحیم

والے علماء کے جامعہ کا طواف نہیں کیا، وگرنہ جو محمد ﷺ کی ہدایت سے متصف ہو جاتا ہے حیران نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی آپ اس کو ندامت کی عمر کو کھٹکھٹاتا ہوا دیکھو گے۔“  
(دیوان الصنعانی ص: ۳۴۵)

شہرستانی مزید لکھتے ہیں:

”علیکم بدین العجائز فهو أسنى الجوائز.“  
(نہایۃ الأقدام، ص: ۴)  
”بوڑھی عورتوں کے دین کو لازم پکڑو جو کہ بیش قیمت انعام ہے۔“

﴿ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَهُوَ حَسِيرٌ﴾ [الملک: ۴]  
”پھر بار بار نگاہ لوٹا، نظر نا کام ہو کر تیری طرف پلٹ آئے گی اور وہ تھکی ہوئی ہوگی۔“

اس ﴿حَسِيرٌ﴾ کے بارے شہرستانی لکھتے ہیں: شاید کہ مراد اس سے عجز ہے۔ (نہایۃ الاقدام، ص: ۴)

مراد شہرستانی کی یہ ہے کہ بار بار کوشش کر کے بھی انسان کائنات کے راز نہیں جان سکتا کہ انسان اس سے عاجز ہے۔

۲: ابن ابی الحدید المعتزلی شارح نہج البلاغہ (م ۶۵۶ھ) کہتے ہیں۔

فیک یا أغلوطة الفكر  
ضاع دهري وانقضی عمري

کئی ایک متکلمین نے اس حقیقت کا اظہار کیا ہے کہ علم کلام باعث اطمینان نہیں ہے، بعض کے اقوال درج کیے جاتے ہیں:  
۱: عبدالکریم شہرستانی (م ۵۴۸ھ) صاحب ”الممل والنحل“ جنہیں فلاسفہ کے مذاہب پر کامل دسترس ہے، جیسا کہ ”الممل والنحل“ کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے، وہ فرماتے ہیں۔

لقد طفت في تلك المعاهد كلها  
وسيرت بين طرفي تلك المعالم  
فما رأيت إلا واضعا كف حائر  
على ذقن أوقار عاسن نادم

(نہایۃ الأقدام فی علم الکلام، ص: ۳)

”یقیناً میں تمام یونیورسٹیوں میں پھرا ہوں اور ان علم گاہوں کی تصویر کے دونوں رخ دیکھے ہیں، میں نے سوائے حیران ہو کر تھیلی کو ٹھوڑی پر رکھنے والے یا ندامت کی عمر کو کھٹکھٹانے والے کے کوئی نہیں دیکھا۔“

محمد بن اسماعیل الامیر الصنعانی صاحب ”سبل السلام“ نے ان اشعار کا بڑا اچھا جواب دیا ہے، کہتے ہیں۔

لعلك أهملت الطواف بمعهد الر  
سول ومن والاہ من کل عالم  
فما حار من یهدی بھدی محمد  
ولست راہ قار عاسن نادم  
”شاید کہ تم نے رسول اللہ ﷺ اور ان سے ولایت رکھنے



سافرت فيك العقول فما  
ربحت إلا أذى السفر  
قاتل الله الألى زعموا  
أنك المعروف بالنظر  
كذبوا أن الذي ذكروا  
خارج عن قوة البشر

(الصواعق المرسلة: ۲ / ۶۶۷)

”اے فکر کے مغالطے! تیرے بارے میں میرا سارا وقت اور  
عمر ضائع ہوگئی۔ عقلیں تیرے بارے سفر کر کے سوائے سفر  
کی تکلیف کے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکیں۔ اللہ پہلے لوگوں کو قتل  
کرے جنہوں نے یہ گمان کیا کہ تُو عقل و نظر سے پہچانا گیا  
ہے۔ جھوٹ بولا ہے انھوں نے جنھوں نے ایسا کہا ہے۔ وہ  
تو انسانی قوت سے ہی باہر ہے۔“

۳: ایک صاحب کہتے ہیں۔

تجاوزت حد الأكثرين إلى العلا  
وسافرت واستبقيتهم في المراكز  
وحضت بحارا ليس يدرك قعرها  
وسيرت نفسي في فسيح المفاوز  
ولججت في الأفكار ثم تراجع اخ  
تيارى إلى استحسان دين العجائز

(ترجیع أساليب القرآن على أساليب اليونان، ص: ۵۱)

”میں اکثر لوگوں کی حدوں سے بلندی کی طرف تجاوز  
کر گیا۔ میں نے سفر کیا اور ان کو مراکز میں پیچھے چھوڑ دیا۔  
میں نے ایسے سمندر میں غوطہ لگایا جس کی گہرائی کو پہنچا نہیں  
جاسکتا۔ اور میں نے اپنے آپ کو وسیع بیاباں میں چلایا۔ اور  
افکار میں غوطہ زن ہو گیا، پھر میرا اختیار بوڑھی عورتوں کے  
دین کو اچھا جاننے کی طرف لوٹ آیا۔“

۴: عبدالملک بن عبداللہ امام الحرمین ابوالمعالی الجوبی (م ۴۷۸ھ)

سے ابو جعفر الحافظ بیان کرتے ہیں کہ ابوالمعالی نے فرمایا:  
”میں بڑے سمندر پر سوار ہوا اور اس میں غوطہ زن ہوا جس  
سے مجھے اہل اسلام روکتے تھے اور یہ سب حق کی تلاش میں  
تھا۔ اور میں قدیم زمانے سے تقلید سے بھاگتا تھا اور اب  
میں ہر چیز سے کلمہ حق کی طرف لوٹتا ہوں، بوڑھی عورتوں  
کے دین کو لازم پکڑو۔ اگر حق تعالیٰ نے مجھ پر اپنا لطف نہ کیا  
تو ابوالمعالی کے لیے ہلاکت ہے۔“

(المنتظم لابن الجوزی: ۱۶ / ۲۳۵)

ابوالحسن قیروانی ابوالمعالی کے درس میں شریک ہوتے تھے، کہتے  
ہیں: ایک دن میں نے ابوالمعالی کو یہ کہتے ہوئے سنا:  
”یا أصحابنا! لا تشتغلوا بالكلام، فلو  
علمت أن الكلام يبلغ إلى ما بلغ ما  
اشتغلت به.“

(المنتظم لابن الجوزی: ۱۶ / ۲۴۵)

”اے میرے ساتھیو! علم کلام کے ساتھ مشغول نہ ہو۔ اگر  
میں جانتا کہ علم کلام اس حال تک پہنچ جائے گا تو میں علم کلام  
کے ساتھ مشغول نہ ہوتا۔“

۵: ابو حامد الغزالی ”المنقذ من الضلال“ (ص: ۷۲) میں  
اعتراف کر رہے ہیں کہ علم کلام سے میری حیرت دور نہیں ہوئی،  
یعنی الہیات کے معاملے میں تشفی نہیں ہوئی۔

۶: ولید بن ابان الکراہیسی (م ۲۱۵ھ) حفص الفرد کے بعد سب  
سے زیادہ کلام کو جاننے والے ہیں، وہ وفات کے وقت اپنے  
بیٹوں کو نصیحت کرنے لگے:

”علیکم بطریقة أصحاب الحديث.“

(المنتظم لابن الجوزی: ۱۰ / ۲۷۳)

”اصحاب الحديث کے طریقے کو لازم پکڑو۔“

۷: ابوالقاسم الکلی معزی، جو کعبیہ فرقے کے بانی ہیں، عام  
لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:



تلك المقالات خزعات

وغاية ما حصلته من مباحثي  
ومن نظري من بعد طول التدبر  
هو الوقف ما بين الطريقتين حيرة  
فما علم من لم يلق غير التحير  
على أنني قد خضت منه غماره  
وما قنعت نفسي بدون التبهر  
وعند هذا رميت بتلك القواعد من حائق  
وطرحتها خلف الحائط ورجعت إلى  
الطريقة المربوطة بأدلة الكتاب والسنة.

(أدب الطلب للشوکانی، ص: ۱۹۸، ۱۹۹)

”اور جان لو کہ میں علم کلام کی تحصیل اور ان مذاہب کی  
ممارست سے مشغول ہوتے وقت سوائے حیرانگی میں زیادہ  
ہونے کے اور کچھ نہیں حاصل کر پایا اور ان سے مجھے صرف  
اس بات کا علم ہوا کہ یہ باتیں خوش طبعی اور مذاق ہیں۔  
میرے مباحثوں کے حاصل کی انتہاء۔ اور لمبی مدت تدبر  
سے استفادہ کرنے کی غایت۔ وہ دونوں طریقوں کے  
درمیان حیرانگی سے ٹھہرنا ہے۔ اور جو حیرانگی کے علاوہ کچھ نہ  
پائے اس نے کچھ نہیں جانا۔ اس کے باوجود کہ میں نے اس  
کے بڑے حصے میں غوطہ لگایا اور میرے نفس نے مہارت  
تامہ کے علاوہ کسی چیز پر قناعت نہ کی۔

اس وقت میں نے ان قواعد کو بلند پہاڑ سے گرا دیا، دیوار کے  
پیچھے پھینک دیا اور کتاب و سنت کی دلیلوں سے مربوط طریقہ  
کی طرف رجوع کیا۔“

۲: صالح بن مہدی المقلبی البیہقی العلامة المجتہد کہتے ہیں:

”قد خبرنا والحمد لله طرائق المتكلمين  
وطريق النبوي وعلمنا أنه لا يستوي

”هنيئاً لهم السلامة.“ (ترجيح أساليب القرآن

لمحمد بن إبراهيم الوزير، ص: ۴۵)

”عام لوگوں کے لیے سلامتی کی خوشی کی مبارک ہو۔“

۸: افضل الدین الخوجنی صاحب ”كشف اسرار المنطق“ کے بارے

میں ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: مجھے متصل سند سے ان کے بارے  
میں بات پہنچی ہے کہ وفات کے وقت انھوں نے یہ کہا:

”أموت وما عرفت شيئاً إلا علمي بأن  
الممكن يفتقر إلى المؤثر، ثم قال:  
والافتقار وصف سلبي فأموت ما عرفت  
شيئاً.“ (الرد على المنطقيين، ص: ۱۱۴)

”میں مر رہا ہوں اور میں نے سوائے اس کے کہ ممکن مؤثر  
کا محتاج ہوتا ہے کچھ نہیں پہچانا۔ پھر کہنے لگے: احتیاج  
سلبی صفت ہے، سو میں مر رہا ہوں اور میں نے کچھ بھی  
نہیں پہچانا۔“

یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنی ساری زندگیاں اسی قسم کے فنون  
میں صرف کی ہیں۔ اور اپنی ندامت اور عیب چھپانا انسان کی جبلت  
ہے، کتنے ہی متکلمین ایسے ہوں گے جن کو ندامت ہوتی ہوگی مگر اظہار  
نہیں کرتے ہوں گے۔ یوں بھی متکلمین کے طریقہ کار میں ندامت کی  
دخل اندازی لازمی امر ہے کیونکہ اس چکر میں وہ علم نافع سے محروم  
رہتے ہیں، اس پر افسوس ہوتا ہے۔ اور جس کی تلاش میں ہوتے ہیں  
اس کو بھی پانہیں سکتے، اس پر بھی ندامت ہوتی ہے۔

درج ذیل میں کچھ ان لوگوں کا تبصرہ اپنے بارے میں پیش ہے جو  
جوانی میں اس علم کا تجربہ کر کے قرآن و حدیث کی طرف رجوع کرنے  
والے بن گئے:

۱: علامہ شوکانی صاحب ”نیل الاوطار“ لکھتے ہیں:

”واعلم أنني عند الاشتغال بعلم الكلام  
وممارسة تلك المذاهب والنحل لم أزد دهباً  
إلا حيرة ولا استفدت منها إلا العلم بأن

الظلمات ولا النور ولا الظل ولا الحرور .“

(الأرواح النوافخ، ص: ۳۹۶)

۳: علامہ محمد امین شنیطی (م ۱۳۹۳ھ) سورہ اعراف کی آیت ﴿ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ﴾ کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ ہم نے متکلمین کی باریکیوں کو سمجھا ہے اور سلف کے طریقہ کار کو بھی دیکھا ہے۔ بہتر طریقہ سلف صالحین کا ہی طریقہ ہے اور سلامتی بھی اسی

میں ہے۔ (أضواء البيان، ص: ۲۵ ترجمہ الشیخ

الشنیطی للخالد بن عثمان السبت، دار عالم الفوائد)

۴: محمد بن ابراہیم الوزیری لمیجی مجدد الیمین العلامة النظار (م ۸۴۰ھ)

اپنی کتاب ”العواصم والقواصم“ میں لکھتے ہیں:

”قد وهبت أيام شبابي ولذاتي وزمان اكتسابي ونشاطي لكدورة علم الكلام والجدال والنظر في مقالات أهل الضلال .

فرجعت إلى كتاب الله وسنة رسول الله وقلت: لا بد أن يكون فيها براهين وردود على مخالفتي الإسلام وتعليم وإرشاد لمن اتبع الرسول فتدبرت ذلك فوجدت الشفاء كله دقه وجله وانشرح صدري وصلاح أمري وزال ما كنت به مبتلى .“

(العواصم والقواصم: ۲۰۱/۱)

”میں نے اپنی جوانی، لذت، اکتساب علم کا زمانہ اور اپنی نشاط علم کلام اور علم جدل کی کدورت کے لیے اور گمراہ فرقوں کے مقالات میں غور و فکر کرنے کے لیے وقف کر دی، سو میں اللہ ہی کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت کی طرف لوٹا اور میں کہنے لگا کہ ضروری طور پر ان (قرآن وحدیث) میں واضح دلیلیں اور اسلام کے مخالفوں کا رد ہوگا اور رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرنے والے کے لیے راہنمائی اور تعلیم ہوگی۔ میں نے غور و فکر کیا تو شفا کامل طور پر پائی اور میرا سینہ

کھل گیا، معاملہ درست ہو گیا اور جس چیز میں مبتلا تھا زائل ہو گئی۔“

یہ چاروں اپنے اپنے دور کے زبردست اور علم میں پختہ لوگ ہیں۔ ان کے کلام سے عبرت حاصل کرنی چاہیے اور جس طرح علامہ ابن الوزیری نے کہا ہے ہر طرح کے مخالفین کا رد قرآن وحدیث سے ہی تلاش کرنا چاہیے۔

اب ہم علامہ رازی کے کلام کی طرف لوٹتے ہیں، وہ فرماتے ہیں:

”واعلم أنني بعد التوغل في هذه المضائق والتعمق في الاستكشاف عن أسرار هذه الحقائق، رأيت الأصوب الأصلح في هذا الباب طريقة القرآن العظيم والفرقان الكريم وهو ترك التعمق والاستدلال بأقسام أجسام السموات والأرض على وجود رب العالمين ثم المبالغة في التعظيم من غير خوض في التفاصيل فأقرأ في التنزيه قوله: ﴿اللَّهُ الْغَنِيُّ وَأَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ﴾ وقوله: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ وقوله: ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ وأقرأ في الإثبات: ﴿الرَّحْمَانُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى﴾ وقوله: ﴿يَخَافُونَ رَبَّهُمْ مِنْ فَوْقِهِمْ﴾ وقوله: ﴿إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ﴾ وأقرأ في أن الكل من الله قوله: ﴿قُلْ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ﴾ وفي تنزيهه عما لا ينبغي قوله: ﴿مَا أَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللَّهِ وَمَا أَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَفْسِكَ﴾ وعلى هذا القانون فقس .“

(ذم لذات الدنيا، ص: ۲۶۳)

”اور جان لو کہ میں نے ان تنگ راستوں میں داخل ہونے اور ان حقائق کے رازوں سے پردہ ہٹانے کی کوشش کے بعد جان لیا کہ سب سے درست اور ٹھیک طریقہ قرآن کریم کا

ان کے ممکن ہونے کی دلیل یہ ہے کہ یہ اب ہیں پہلے نہیں تھے۔ اور جو وجود اور عدم کو قبول کرے اس کے لیے لازمی ہے کہ کوئی مرجح ہو جو اس کے وجود اور عدم میں اثر کرے۔

بعض یوں ثابت کرتے ہیں کہ اجسام متماثل ہوتے ہیں۔ ایک جسم جس صفت سے متصف ہو سکتا ہے دوسرا بھی اس سے متصف ہو سکتا ہے مگر بعض اجسام دوسرے جسم کی صفات سے ہٹ کر صفات سے متصف ہوتے ہیں جس کے لیے کسی مخصص کی ضرورت ہے جس نے اس جسم کو ان صفات سے متصف کیا ہے۔

بعض یوں ثابت کرتے ہیں کہ جسم مادہ اور ہیولی سے مرکب ہے، مرکب اپنے اجزاء کا محتاج ہوتا ہے۔ اس طریقے میں بنیادی چیز افتقار ہوتا ہے۔

فلاسفہ واجب الوجود اور ممکن کی تقسیم کرتے ہیں جب کہ متکلمین حادث اور قدیم کی تقسیم کرتے ہیں۔

بعض نے ان طریقوں کو چھ طریقوں میں محصور کیا ہے:

امکان الذوات، حدوث الذوات، ان دونوں کا مجموعہ۔

امکان الصفات، حدوث الصفات، ان دونوں کا مجموعہ۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ ان میں سے ہر طریقہ جن مقدمات پر مبنی ہے دوسرا گروہ ان مقدمات پر طعن کرتا ہے۔ اسی لیے ان طریقوں سے تشفی نہیں ہوتی اگرچہ ان میں سے کچھ باتیں حق بھی ہیں مگر پیچیدہ قواعد پر مبنی ہیں اور مقصود تک دیر سے پہچانے والی ہیں۔

اعراض والے طریقے کا نقصان یہ ہے کہ اس تقسیم کی وجہ سے اللہ کی ان صفات کا جن کو شرع نے ثابت کیا ہے تاویل وغیرہ کی صورت میں انکار کر بیٹھتے ہیں، مثلاً: اللہ کے کلام کی نفی اور کلام سے حرف اور آواز کی نفی کلام نفی کہہ کر کرتے ہیں۔ استواء علی العرش کی نفی اور ید وغیرہ کی نفی کی وجہ صرف یہ ہے کہ ان کو ثابت کرنے سے اعراض، ابغاض اور حوادث لازم آئیں گے جب کہ قدیم ذات میں تغیر اور حدوث نہیں ہو سکتا۔ ان تاویلات کا بطلان ظاہر کرنا یہاں مقصود نہیں بلکہ یہ بتانا مقصود ہے کہ ان طریقوں سے یہ نقصان ہوا ہے۔

ہے اور وہ پیچیدگی کو چھوڑنا اور زمین و آسمان کے اجسام کے ساتھ اللہ رب العالمین کے وجود پر استدلال کو ترک کرنا ہے، پھر تفصیل میں کھوئے بغیر انتہائی تعظیم کرنا ہے۔ تنزیہ کے بارے میں اللہ کا فرمان میں نے پڑھا: ”اللہ بے نیاز اور تم محتاج ہو۔“ اور یہ فرمان: ”اس کی مثل کوئی نہیں۔“ اور یہ فرمان: ”کہہ دیجیے: اللہ ایک ہے۔“ اور اثبات الفوقیہ کے لیے میں نے پڑھا: ”رحمن عرش پر مستوی ہے۔“ اور یہ فرمان: ”وہ اپنے رب سے جو ان کے اوپر ہے، ڈرتے ہیں۔“ اور یہ فرمان: ”پاک کلمات اسی کی طرف بلند ہوتے ہیں۔“ اور اس بارے میں کہ سب اللہ کی طرف سے ہے، میں نے یہ فرمان پڑھا: ”کہہ دیجیے: ہر چیز اللہ کی طرف سے ہے۔“ اور غیر مناسب چیز سے تنزیہ کے لیے میں نے یہ فرمان پڑھا: ”جو بھی تمہیں اچھائی پہنچے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو بھی بُرائی پہنچے وہ تمہارے اپنے نفس سے ہے۔“ اور اسی قانون پر قیاس کرو۔“

صانع کو ثابت کرنے کے لیے متکلمین کے ہاں حق و باطل کے ملے جلے مختلف طریقے پائے جاتے ہیں جن میں کافی پیچیدگی ہوتی ہے۔ چند ایک طریقے درج ذیل ہیں:

**اعراض کو ثابت کرنے کے ذریعے:** ..... عرض وہ چیز ہے جو قائم بالذات نہیں ہوتی، مثلاً: حرکت وغیرہ۔ ان کا حدوث ثابت کرنے کے بعد یہ ثابت کرتے ہیں کہ جو اعراض سے خالی نہ ہو وہ حادث ہوتا ہے، یوں تمام جوہر اور اجسام حادث ٹھہرے۔ اس کے بعد حادث کے لیے محدث حادث ہوا تو پھر اس کے لیے ایک اور محدث ہونا چاہیے جس سے تسلسل لازم آئے گا یوں قدیم ذات کو ثابت کرتے ہیں۔

”ممکن کے لیے مرجح کی ضرورت ہوتی ہے۔“ اس قاعدے کے ذریعے عالم کا حدوث اور واجب الوجود ذات کا اثبات اجسام اور جوہر ممکن ہے۔ ممکن کا مطلب یہ ہے کہ وجود اور عدم کو قبول کر سکتے ہیں۔

”ہر ممکن کے لیے مرج کی ضرورت ہے“ میں بعض لوگوں نے یوں طعن کیا ہے کہ پیاسا دو پیالوں میں سے ایک پیالہ بغیر مرج کے اختیار کرتا ہے۔ شیر سے بھاگنا ہو تو دو راستوں میں سے ایک بغیر مرج کے اختیار کر لیتا ہے۔ اگرچہ قائلین ان اعتراضات کا جواب دیتے ہیں مگر مقصود صرف یہ بتانا ہے کہ فی الواقع اس میں طعن کیا گیا ہے۔ اسی طرح متمائل اجسام والے طریقے پر بھی متکلمین کا اتفاق نہیں، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ مچھلی اور آگ کا جسم متمائل ہو!

چنانچہ ہر طریقے میں طعن واقع ہے۔ یوں انسان متذبذب ہی رہتا ہے حتیٰ کہ وہ قرآن اور حدیث میں تدبر کرے اور دیکھے کہ اللہ نے کتنی آسانی کے ساتھ یہ معاملہ حل کیا ہے:

﴿أَمَّنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَأَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَنْبَتْنَا بِهِ حَدَائِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ مَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُنْبِتُوا شَجَرَهَا ۗ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ﴾

[النمل: ۶۰]

”کیا وہ شریک بہتر ہیں (یا وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تمہارے لیے آسمان سے پانی اتارا، پھر ہم نے اس کے ساتھ رونق والے باغات اُگائے تمہارے بس میں نہ تھا کہ ان کے درخت اُگاتے، کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے؟“

﴿أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ﴾ [الطور: ۳۵]

”یا وہ کسی چیز کے بغیر ہی پیدا ہو گئے ہیں یا وہ (خود) پیدا کرنے والے ہیں؟“

﴿وَفِي الْأَرْضِ قِطْعٌ مُتَجَوِّرَةٌ وَجَنَّاتٌ مِنْ أَعْنَابٍ وَزَرْعٌ﴾ [الرعد: ۴]

”اور زمین میں ایک دوسرے سے ملے ہوئے مختلف ٹکڑے ہیں اور انگوروں کے باغ اور کھیتی ہے۔“

﴿وَآيَةٌ لَهُمُ الْأَرْضُ الْمَيْتَةُ أَحْيَيْنَاهَا﴾

﴿وَأَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَيَسْئَلُونَ﴾ [يس: ۳۳]

”اور ایک نشانی ان کے لیے مردہ زمین ہے، ہم نے اسے زندہ کیا اور اس سے غلہ نکالا تو وہ اسی میں سے کھاتے ہیں۔“ اور اس جیسی دوسری آیات جن میں صانع کو ثابت کرنے کے لیے بالکل ان متکلمین کے تکلفات کی ضرورت نہیں۔

متکلمین کے ان تکلفات کا ہی نتیجہ ہے کہ اشاعرہ کے نزدیک پہلی واجب چیز نظر استدلال ہے۔ بعض معتزلہ کے نزدیک پہلی واجب چیز شک ہے، وہ یوں کہ شک کرے گا تو پھر اللہ کے بارے غور و فکر کرے گا ورنہ حاصل شدہ چیز کو حاصل کرنا لازم آئے گا جو کہ محال ہے۔

اس وجہ کے بعد ان لوگوں نے مقلدین عوام کے ایمان کی صحت پر کلام کیا ہے۔ شرعاً یہ وجہ غلط ہے بلکہ اللہ کی وحدانیت کا اعتراف اور یقین واجب ہے نہ کہ استدلال۔ رسول اللہ ﷺ اقرار کی دعوت دیتے نہ کہ استدلال کی اور عوام جب شہادت اُن لا إله إلا الله وأن محمداً رسول الله دے چکے تو وہ مسلمان ہیں۔

پس اجسام کی اقسام سے استدلال کو جو حیثیت متکلمین نے دی ہے وہ شرعاً درست نہیں۔

اب ہم علامہ رازی کے کلام کی طرف لوٹتے ہیں:

”وَأَقُولُ مِنْ صَمِيمِ الْقَلْبِ وَمِنْ دَاخِلِ الرُّوحِ إِنِّي مُقَرَّبٌ بِأَنْ كُلِّ مَا كَانَ هُوَ الْأَكْمَلُ الْأَفْضَلُ الْأَعْظَمُ الْأَجَلُ فَهُوَ لَكَ وَكُلِّ مَا فِيهِ عَيْبٌ أَوْ نَقْصٌ فَأَنْتَ مَنْزَعٌ عَنْهُ، وَمُقَرَّبٌ بِأَنْ عَقْلِي وَفَهْمِي قَاصِرٌ عَنِ الْوُصُولِ إِلَى كُنْهِ حَقِيقَةِ ذَرَّةٍ مِنْ ذَرَاتِ مَخْلُوقَاتِكَ، وَمُقَرَّبٌ بِأَنْي مَا مَدَحْتُكَ بِمَا يَلِيْقُ بِكَ، لِأَنَّ الْمَدَائِحَ مُحْصَوْرَةٌ فِي نَوْعَيْنِ: إِمَّا فِي شَرْحِ صِفَاتِ الْجَلَالِ وَهُوَ تَنْزِيهِ اللَّهِ عَمَّا لَا يَنْبَغِي، وَإِمَّا فِي شَرْحِ صِفَاتِ الْإِكْرَامِ وَهُوَ وَصْفُ اللَّهِ بِكُونِهِ خَالِقًا لِهَذَا الْمَعَالَمِ. أَمَّا الْأَوَّلُ فَفِيهِ

کے کمال عدل کی وجہ سے ہے۔

اور ﴿لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمَوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ﴾ [سبا: ۳] ”اللہ سے زمین و آسمان میں ایک ذرہ بھی پوشیدہ نہیں۔“ میں جہالت کی نفی اللہ کے کمال علم کی وجہ سے ہے۔ اسی لیے انبیاء کا طریقہ مجمل نفی اور مفصل اثبات ہے جیسے قرآن اور حدیث میں جا بجا اللہ کی صفات بیان ہوئی ہیں اور جب نفی کا معاملہ آتا ہے تو اس جیسی آیات میں مجمل نفی ہوتی ہے:

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ [الشوری: ۱۱]

”اس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے۔“

﴿وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ﴾ [الإخلاص: ۴]

”اور کوئی اس کا ہمسر نہیں۔“

جب کہ غیر نبوی مذاہب میں اپنے معبودوں کی صفات کی مفصل نفی اور مجمل اثبات ہوتا ہے، جیسا کہ قدیم مذاہب کا معاملہ ہے۔ لیکن یہ نبوی طریقہ نہیں ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ مختلف مذاہب کے لوگوں نے اجسام میں جو جو عیوب و کیفیات دیکھیں اپنے معبودوں سے ان کی نفی کرتے رہے تا کہ معبود کے بارے میں منفرد تصور جلال قائم ہو۔ متکلمین نے بھی یہی طریقہ اپنایا ہے، مجمل اثبات اور مفصل نفی، مثلاً: متحیر نہیں کسی جہت میں نہیں، مکان میں نہیں، اس کے کام کی کوئی علت نہیں، جسم نہیں، عرض نہیں وغیرہ حالانکہ انبیاء کا طریقہ اس سے بہت مختلف ہے اور ایسا ہے جس سے سعادت حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نام سکھلائے ہیں جن میں سے ہر نام کے ساتھ ایک مخصوص قسم کی بندگی کا تعلق ہے، مثلاً: غفور، ودود، صبور، شکور، مبہم، سمیع الدعاء، مالک الملک، قدیر، علیم وغیرہ۔

صفات اکرام کو شرعی طریقہ کے مطابق بیان کیا جائے تو اس میں بھی بے ادبی نہیں جس طرح صفات جلال کو نبوی طریقہ سے بیان کیا جائے تو اس میں بے ادبی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خود ان صفات کی خبر دی ہے، حدیث قدسی میں ہے:

”یا عبادي! لو أن أولكم وآخرکم وإنسکم

سوء أدب من بعض الوجوه لأن الرجل إذا قال للسلطان: أنت لست بأعمى ولست بأصم ولا أبرص فإنه يستوجب الزجر والحجر، أما الثاني ففيه سوء أدب لأن جميع كمالات المخلوقات بالنسبة إلى كمال الخالق نقائص فيشرح كمال الخالق بنسب إضافية إلى المخلوق سوء أدب.“

(ذم لذات الدنيا، ص: ۲۶۴)

”اور میں بہ صمیم قلب اقرار کرتا ہوں کہ جو بھی اکمل، افضل، اعظم اور اجل ہے وہ تیرے لیے، یعنی اللہ کے لیے ہے اور ہر وہ چیز جس میں نقص ہے یا عیب ہے تو اس سے پاک ہے۔ اور اس چیز کا بھی اقرار کرتا ہوں کہ میری عقل اور فہم تیری مخلوقات کے ایک ذرے کی حقیقت تک پہنچنے سے قاصر ہے۔ اس چیز کا بھی اقرار کرتا ہوں کہ جس طرح تیرے لائق ہے میں نے اس طرح تیری مدح سرائی نہیں کی۔ کیونکہ تعریفیں دو قسموں میں محصور ہیں: صفات جلال کی شرح میں جو کہ غیر مناسب امور سے اللہ کی پاکی بیان کرنا ہے اور یا صفات اکرام کی شرح میں جو کہ اللہ کو جہان کے خالق ہونے کے ساتھ متصف کرنا ہے۔ پہلے طریقے میں کچھ وجہوں سے بے ادبی ہے کیونکہ آدمی جب کسی بادشاہ کو کہے: تو اندھا نہیں، بہرا نہیں، کوڑھی والا نہیں تو یہ باتیں زجر و توبخ کی مستوجب ہوں گی۔ دوسری قسم میں بھی بے ادبی ہے کیونکہ مخلوقات کے تمام کمال خالق کے کمال کی نسبت ناقص ہیں، لہذا خالق کے کمال کی شرح مخلوق کی طرف نسبت سے کرنا بے ادبی ہے۔“

قاعدہ یہ ہے کہ نفی اس صورت میں کی جائے جب وہ اپنی نقیض کے کمال کی وجہ سے ہو، جیسے: ﴿وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا﴾ [الکہف: ۴۹] ”اور تمہارا رب کسی پہ ظلم نہیں کرتا۔“ میں نفی ظلم اللہ



وجنکم قاموا في صعيد واحد فسألوني فأعطيت كل إنسان مسألته، ما نقص ذلك مما عندي إلا كما ينقص المحيط إذا أدخل البحر.” (صحیح مسلم، رقم الحديث: ۲۵۷۷)  
 ”اے میرے بندو! اگر تمہارا اول تا آخر اور جن وانس ایک وسیع میدان میں کھڑے ہو جائیں، پھر میرے سے سوال کرو، میں ہر انسان کو اس کی مانگ دے دوں تو اس سے میرے ہاں سے صرف اتنی کمی ہوتی ہے جتنی سوئی کو سمندر میں داخل کرنے سے ہوتی ہے۔“

البتہ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ کما حقہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی تعریف اور حمد و ثنا اللہ کے سوا کوئی بیان نہیں کر سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے منقول دعا میں ہے:

(( لا أحصي ثناء عليك أنت كما أثنيت على

نفسك . )) (صحیح مسلم، رقم الحديث: ۱۰۹۰)

”میں تیری حمد و ثنا نہیں کر سکتا، تُو ویسا ہے جیسا تُو نے خود اپنے بارے میں کلماتِ حمد و ثنا بیان کیے ہیں۔“

اسی طرح شفاعت والی حدیث میں ہے کہ جب نبی ﷺ سجدہ ریز ہو جائیں گے تو:

(( ويلهمني محامد أحمدہ بها لا تحضرني

الآن فأحمدہ تلك المحامد . ))

(صحیح بخاری، رقم الحديث: ۷۵۱)

”اللہ تعالیٰ مجھے ایسے کلماتِ حمد سکھلائے گا جو ابھی مجھے یاد نہیں

ہیں تو میں ان کلماتِ حمد کے ساتھ اللہ کی تعریف کروں گا۔“

ایک حدیث میں ہے:

(( أسألك بكل اسم هو لك سميت به نفسك

أو علمته أحدا من خلقك أو أنزلته في

كتابك أو ستأثرت به في علم الغيب

عندك . )) (مسند أحمد: ۳۷۱۲)

”میں تجھ سے ہر اُس نام کے ساتھ سوال کرتا ہوں جو تُو نے خود اپنا رکھا ہے یا اپنی مخلوق میں سے کسی کو سکھلایا ہے یا اپنی کتاب میں اسے نازل (بیان) کیا ہے یا تُو نے اُسے اپنے پاس علمِ غیب میں چھپالیا ہے۔“

امام رازی کے آخری کلمات کی طرف لوٹتے ہیں، وہ لکھتے ہیں:

”فيا رب العزة! إني مقر بأني لا أقدر على مدحك إلا من أحد هذين الطريقتين ومقر بأن كل واحد منهما لا يليق بجلالك

وبعزتك ولكني كالمعذور حيث لا أعرف

شيئا سواه ولا أهتدي إلى ما هو أعلى منه .

فأسألك بوجوب وجودك وكمال جودك

وهوية ألوهيتك وكمال صمديتك وبتلك

الحقيقة التي لا يعرفها أحد إلا أنت وبتلك

الكمالات التي لا يعرفها أحد إلا أنت، أن

تعفو عني في كل ما أخطأت وأن تقبل مني

كل ما ارتضيته مني من الأعمال التي أتيت

بها بمدد توفيقك وبرحمتك وبفضلك يا

أرحم الراحمين!“ (ذم لذات الدنيا، ص: ۲۶۴، ۲۶۵)

”پس اے رب العزت! میں اقرار کرتا ہوں کہ میں تیری

مدح سرائی پر ان دو طریقوں کے علاوہ کسی طریقے پر قادر

نہیں اور اقرار کرتا ہوں کہ ان دونوں میں سے کوئی بھی

تیرے جلال و عزت کے لائق نہیں لیکن میں معذور کی مانند

ہوں کہ اس کے علاوہ کچھ نہیں پہچانتا، نہ ہی اس سے اچھے

طریقے کو جانتا ہوں، سو میں تیرے وجود کے وجوب، تیری

سخاوت کے کمال، تیری الوہیت کی حقیقت، تیری بے

نیازی کے کمال، تیری ان حقیقتوں کے واسطے جن کو تیرے



۳: فلاسفہ اور متکلمین کے طریقے کو چھوڑ کر مسلمانوں کو قرآن وحدیث میں تدبر کرنا چاہیے اور یقین کرنا چاہیے کہ ان میں سے ہر باطل فرقے اور دین کی ہر اصل کی وضاحت اکمل طریقے میں موجود ہے۔

۴: بعض علماء کے بقول ۳ فرقوں میں سے ۲ فرقے صرف ایسے پیچیدہ مسائل میں غور کرنے سے وجود میں آئے ہیں۔

بعض علماء نے علم کلام کے متعلق ایک مثال دی ہے، وہ یہ کہ ایک آدمی سودینار کا مالک ہو اور اس سے کوئی کہے: تم فلاں جزیرے پر جاؤ گے تو تمہیں ایک دینار دوں گا۔ اور راستہ پر خطر ہو جانے کا بھی خطرہ ہو تو عقل مند آدمی ایک دینار کے لالچ میں اپنی قیمتی زندگی اور سودینار کیوں کر گنوائے.....!!!

وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد وعلی آلہ وصحبہ أجمعین .

علاوہ کوئی نہیں جانتا اور تیرے ان کمالات کے واسطے تجھ سے سوال کرتا ہوں جن کو تیرے سوا کوئی نہیں جانتا کہ تو میری ہر غلطی کو معاف کر دے اور جو میں نے تیری توفیق، فضل اور رحمت سے عمل کیے ہیں ان میں سے جو تو نے پسند کیے ہیں قبول کر لے، اے ارحم الراحمین!

یہ کتاب کے آخری الفاظ ہیں۔ اس کے بعد علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یہ کتاب ۶۰۲ھ میں مکمل ہوئی۔ اور مصنف کی وفات ۶۰۶ھ میں ہوئی۔ یوں یہ کتاب مصنف کی بالکل (واللہ اعلم) آخری کتابوں میں سے ہوئی۔

خلاصہ:

مذکورہ بالا تمام مضمون کا خلاصہ درج ذیل ہے:

- ۱: ابن خطیب الری (علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ) نے آخری عمر میں فلسفیانہ طریقے سے مجمل توبہ کر لی۔ اللہ تعالیٰ ان کی بخشش فرمائے، آمین۔
- ۲: متکلمین اور فلاسفہ کا طریقہ ندامت کا سبب ہے۔

### بقیہ: مسئلہ وراثت اور ہبہ کی شرعی صورت

لہذا اگر غلام بتول کے مکان کی قیمت نولاکھ فرض کر لی جائے تو دو دو لاکھ تینوں پوتوں اور ایک ایک لاکھ تینوں پوتیوں کو ملے گا۔ خلاصہ کلام یہ کہ

- ۱: عبدالرشید جعل سازی کا مرتکب اور شرعاً غاصب ہے، لہذا اس کی بیٹیوں کو ابراہیم کی پوری جائیداد، یعنی ترکہ فوراً اپنے چچا زاد بھائیوں اسحاق، اسماعیل، یعقوب اور نرگس کو واپس کر دینا چاہیے بصورت دیگر من جانب اللہ اس جعل سازی کا خمیازہ بھگتنے کے لیے تیار ہیں۔
- ۲: عبدالرشید کے ترکے میں سے اس کی دونوں بیٹیوں کو صرف دو تہائی حصہ ملے گا اور باقی ایک تہائی ابراہیم کے بیٹوں کا حق ہے، نرگس اس میں حصہ دار نہیں۔

۳: غلام بتول کا فیصلہ شرعاً سراسر غلط ہے، لہذا اُس کے سارے پوتے اور پوتیاں اس کے مکان میں شرعاً برابر کے حصہ دار ہیں۔

۴: تمیں لاکھ روپے کا نصف بھی ابراہیم کی اولاد کا حق ہے، لہذا پندرہ لاکھ ابراہیم کی اولاد کو واپس کرنا شرعاً فرض ہے۔

یاد رہے کہ اس جعل سازی کا تعلق حقوق العباد سے ہے اور حقوق العباد توبہ کے ساتھ بھی معاف نہیں ہوتے۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ مفتی کسی عدالتی کارروائی میں مسؤول نہیں ہوگا اور یہ جواب بہ شرط صحت سوال لکھا گیا ہے۔ هذا ما عندي والله أعلم بالصواب وإليه المرجع والمآب في يوم الحساب .

محدث سندھ

## مولانا بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ

محمد رمضان یوسف سلفی، فیصل آباد

سندھ سے باہر تبلیغی سرگرمیاں:

اب تک ہم نے اندرون سندھ ہی شاہ صاحب کی تبلیغی سرگرمیوں کے احوال بیان کیے ہیں۔ جب کہ شاہ صاحب کا دائرہ جدوجہد، یعنی درس و تدریس اور تبلیغ سندھ سے باہر تک پھیلا ہوا ہے۔ وہ بیس سال کی عمر میں ہی بہ طور مبلغ، خطیب اور محقق معروف ہو گئے تھے اور انھیں سندھ سے باہر پنجاب اور دیگر دوسرے علاقوں میں جماعتی کانفرنسوں اور جلسوں میں بلایا جانے لگا تھا۔

۱۹۴۵ء میں شاہ صاحب پہلی بار سندھ سے باہر تقریر کے لیے گئے۔ بٹالہ ضلع گورداس پور کی جماعت اہل حدیث نے انھیں مدعو کیا تھا۔ آپ نے کانفرنس میں شرکت کی اور اہل حدیث کے امتیازی مسائل کے موضوع پر ایک لکھی ہوئی تقریر بنام ”أحسن الدلائل علی بعض المسائل“ اردو میں سامعین کو پڑھ کر سنائی جسے بڑا سراہا گیا۔ سندھ سے باہر علمائے اہل حدیث سے ملاقات کا یہ پہلا موقع تھا۔ اس سے اگلے سال ۱۹۴۶ء میں بٹالہ کی جماعت اہل حدیث نے شاہ صاحب کو دوسری مرتبہ کانفرنس میں بلایا۔ اس بار شاہ صاحب پہلے دہلی گئے اور وہاں مولانا عبدالرحمان نو مسلم کے ہاں قیام پذیر ہوئے اور ان کی مسجد میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔

مولانا عبدالرحمن نو مسلم کا سابقہ نام رام سرن تھا وہ ریہان کھتری قوم سے تعلق رکھتے تھے والد کا نام لالہ نند لال تھا۔ ۲۰ فروری ۱۹۱۳ء کو ضلع جالندھر کی تحصیل نکودر کے گاؤں میانوالی مولویاں میں پیدا ہوئے۔ سکول کی تعلیم کے زمانے میں مذہب سے لگاؤ پیدا ہوا، پھر تلاش حق کے لیے مختلف مذاہب کا مطالعہ کیا اور اسلام کو سچا مذہب

پایا۔ پانچویں جماعت میں تھے کہ ان کے استاد روشن خان نے تختی پر یہ اشعار لکھے۔

چار دن کی زندگی ہے آپ کو ہے اختیار  
دوستی کر لیجیے یا دشمنی کر لیجیے  
آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں  
سامان سو برس کا ہے پل کی خبر نہیں

ان اشعار کو پڑھ کر ان کے دل پر خاص اثر ہوا اور وہ بے چین رہنے لگے۔ ایک بار سوکراٹھے تو بے اختیار ان کے منہ سے لا الہ الا اللہ نکلا۔ اس سے انھوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ اسلام میں سچی اور سچی توحید موجود ہے۔ ایک بار رسالت کے مسئلے پر گاؤں کے مولوی جلیل الرحمان خنی سے تقلید و عدم تقلید پر گرما گرم بحث بھی ہوئی اور انھوں نے پُر زور طریقے سے اہل حدیث مسلک کی حمایت کی۔

گاؤں میں ان کے والد کی دکان تھی اور رام سرن اس دکان پر کام کرنے لگے تھے۔ گاؤں میں نظام الدین درزی اور اس کا بھانجا خوشی محمد سکونت پذیر تھے اور وہ مسلک اہل حدیث سے تعلق رکھتے تھے۔ انھوں نے ان کی بڑی راہنمائی فرمائی۔ اب انھوں نے یہ کیا کہ دکان کا تمام حساب اپنے والد کے سپرد کیا اور ایک روز خوشی محمد کی ہمراہی میں اسلام قبول کرنے دہلی روانہ ہوئے۔ آٹھ روپے چودہ آنے ان کے پاس تھے۔ دہلی پہنچ کر وہ حضرت الامام حافظ عبدالستار محدث دہلوی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے دل کی بات ان کے گوش گزار کی۔ ۲۶ اپریل ۱۹۳۳ء کی صبح نماز فجر کے بعد امام عبدالستار رحمہ اللہ (وفات ۲۶ اگست ۱۹۶۶ء) نے درس قرآن ارشاد

دہلی میں ہی انھوں نے روس کے مشہور عالم دین علامہ موسیٰ جار اللہ سے ملاقات کی جو تین گھنٹے جاری رہی۔ علامہ موسیٰ جار اللہ صرف عربی زبان ہی سمجھتے اور بولتے تھے، ہمارے ممدوح علامہ بدیع الدین شاہ صاحب رحمہ اللہ نے بے تکلفی سے تین گھنٹے ان سے عربی میں گفتگو کی اور اس دوران کئی اصولی و فروعی مسائل زیر بحث آئے۔ دس روز دلی میں گزار کر شاہ صاحب امرتسر آئے اور شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری کے مہمان بنے۔ ان سے علمی استفادے کے بعد بٹالہ گئے اور اہل حدیث کانفرنس میں شرکت کی۔ بٹالہ کی اس کانفرنس میں بہت سے جید علماء کرام شریک تھے۔ شاہ صاحب نے اس اجتماع کے ایک اجلاس کی صدارت بھی کی اور فرقہ ناجیہ کے موضوع پر مختصر تقریر ارشاد فرمائی۔ اسی کانفرنس میں احباب جماعت کے اصرار پر شاہ صاحب نے ”مسک اہل حدیث کی حقانیت“ پر سندھی زبان میں مختصر تقریر کی۔ اس جلسے میں فاتح قادیان حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ بھی تشریف فرما تھے۔ انھوں نے حاضرین جلسہ سے شاہ صاحب اور ان کے بزرگوں کا تعارف کراتے ہوئے فرمایا تھا کہ اب آپ کے سامنے ”اسماء الرجال“ کے امام سید بدیع الدین شاہ صاحب خطاب کے لیے تشریف لا رہے ہیں۔ اور پھر بڑے تعریفی الفاظ میں شاہ صاحب کے اسلاف کا تعارف کرایا۔

حجاز مقدس سے شاہ صاحب کو الوہانہ عشق تھا اور یہ ان کی گھٹی میں شامل تھا۔ جب شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے سعودی مملکت کی بنیاد رکھی اور اس سرزمین مقدس سے شرک و بدعت کے استیصال اور مزارات کا انہدام کیا تو شاہ صاحب کے والد مکرم سید احسان اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ نے سعودی حکومت کی تائید میں ایک عمدہ مضمون لکھ کر شائع کیا اور سندھ کے علاقوں میں اس کی تقسیم کی تھی۔ شاہ صاحب نے اپنے والد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے سعودی حکومت سے ہمیشہ تعلقات استوار رکھے۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے کئی حج اور عمرے ادا کیے۔ سعودی امراء اور علماء میں انھیں بے پناہ قدر و منزلت حاصل تھی۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ جب حجاز مقدس جاتے تو حرم میں عربی اور اردو میں وعظ

فرمایا، اس کے بعد انھوں نے رام سرن کو کلمہ شہادت پڑھا کر مسلمان کیا اور ان کا نام عطاء اللہ رکھا گیا جسے بعد میں انھوں نے عبدالرحمن سے بدل دیا۔ اس کے بعد انھوں نے مدرسہ دارالکتب والسنہ میں امام عبدالستار سے دینی تعلیم حاصل کی۔ کچھ عرصہ مسجد فتح پوری اور مدرسہ صدیقیہ میں بھی پڑھتے رہے۔ تکمیل تعلیم کے بعد اپنی مادر علمی مدرسہ دارالکتب والسنہ میں تدریس شروع کی۔ ابتدا میں انھیں پڑھانے میں مشکل پیش آئی، اب وہ مولانا عبدالجلیل سامرودی رحمہ اللہ کی خدمت میں سامرود حاضر ہوئے اور تمام درسی کتابوں کو دوبارہ پڑھا اور پھر دوبارہ اعتماد سے پڑھانے لگے۔ چھ ماہ انھوں نے حضرت صوفی عبداللہ رحمہ اللہ کے مدرسہ دارالعلوم تقویۃ الاسلام (اوڈاں والا، ماموں کالج) میں بھی پڑھایا۔ دہلی میں قیام پذیر رہ کر انھوں نے ۶ سال جماعت غرباء اہل حدیث کے رسالے ماہنامہ ”صحیفہ اہل حدیث“ دہلی میں بہ طور منیجر خدمات سرانجام دیں۔ اس کے بعد انھوں نے دہلی کے علاقے ”پہاڑ“ گنج میں مسجد نیم والی میں مدرسہ محمدیہ قائم کر لیا اور کتابوں کی تجارت شروع کر دی تھی۔ قیام پاکستان تک ان کا یہی مشغلہ رہا۔ تقسیم کے بعد وہ پاکستان آ گئے تھے کچھ عرصہ ساہیوال اور ڈھلیانہ میں قیام پذیر رہے اور پھر کراچی میں سکونت اختیار کر لی اور یہاں بھی اپنی تعلیمی و تدریسی سرگرمیاں جاری رکھیں۔

مولانا عبدالرحمان نو مسلم نے چند سال پہلے کراچی میں ہی وفات پائی۔ ان کی خودنوشت حالات کو راقم نے نوٹ دے کر صحیفہ اہل حدیث کراچی میں ۱۲ اگست ۲۰۰۶ء کی اشاعت میں شائع کرایا تھا۔ حضرت شاہ صاحب ۱۹۴۶ء میں اس عظیم المرتبت عالم دین کی دعوت پر ان کے ہاں دہلی میں قیام پذیر رہے تھے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ عبدالرحمان نو مسلم نے مسلمان ہونے کے بعد مسک اہل حدیث کو قبول کیا تھا اور شاہ صاحب ایسے لوگوں سے از حد محبت رکھتے تھے جو مسک اہل حدیث کے حامل تھے۔ دوسرا عبدالرحمان نو مسلم کتابوں کا کاروبار کرتے تھے اور شاہ صاحب کتابوں کے بہت شوقین تھے۔ بہر حال شاہ صاحب نے دہلی میں خوب وقت گزارا۔

ارشاد فرماتے۔ حج کے دنوں سعودی عرب جاتے تو حاجیوں کی تعلیم و تربیت کے لیے حرم میں ان کے وعظ کی مجلس کا انعقاد کیا جاتا۔ ۱۹۷۴ء سے ۱۹۷۸ء تک چند سال تو شاہ جی مکہ مکرمہ میں ہی قیام پذیر رہے تھے۔ وہ دین اسلام کے مبلغ اور داعی تھے، جہاں بھی جاتے درس و تدریس اور وعظ و تقریر کی مجلس قائم کر لیتے۔ توحید و سنت کی اشاعت اور عقائد باطلہ کی اصلاح ان کا مشن تھا۔ سعودی عرب میں بھی وہ سختی سے اس مشن پر عمل پیرا رہے اور انھوں نے تعلیم و تعلم کا مقدس سلسلہ جاری رکھا۔ حرم میں ان کی مجلس کو انفرادیت حاصل تھی وہ بلا خوف و خطر اپنی بات کہتے اور پُر زور الفاظ میں اللہ کی وحدانیت کا اظہار فرماتے۔ اس سلسلے کے چند واقعات ملاحظہ فرمائیں:

○ حج کے موقع پر ایک مہینے تک سعودی حکومت کی طرف سے روزانہ مختلف زبانوں میں تقریروں کا انتظام ہوتا تھا۔ بعض شیعہ حضرات شرارت کرتے اور ان ایام میں بھی خرافات و بدعات کے کام کرنے سے گریز نہ کرتے، بالخصوص پاکستانی اور ہندوستانی محرم کے دنوں میں اماموں کے نام کی سبلیں لگاتے تھے۔ جن علمائے کرام کو حرم میں تقاریر پر مامور کیا گیا تھا، ایک بار سعودی حکومت کی طرف سے ان کو ہدایات دی گئیں کہ وہ خلافت راشدہ بیان کریں اور سبیلوں کی تردید میں وعظ کریں۔ حضرت شاہ صاحب نے دودن اسی موضوع پر گفتگو فرمائی، اس کا اثر یہ ہوا کہ ایک آدھ کے سوا کسی غالی نے سبیل نہیں لگائی۔ (رموز راشدیہ ص: ۵۳)

○ اسی طرح ایک سال منیٰ میں مصر کے رئیس انصار السنہ شیخ رشاد اور ان کی جماعت کی دعوت پر شاہ صاحب ان کے خیمے میں گئے اور وہاں توحید اور اتباع سنت پر تقریر کی اور دو مسائل خاص طور پر بیان فرمائے۔ ایک داڑھی مند وانا جو کہ مصریوں میں عام ہے اور دوسرا قنہ انکار حدیث۔ شاہ صاحب کی اس تقریر کا خاص اثر ہوا۔

○ شاہ صاحب نے دوبار شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ کی دعوت پر مدینہ یونیورسٹی میں طلباء کو لیکچر بھی دیے۔

○ پہلی بار جب شاہ صاحب نے جامعہ اسلامیہ میں اتباع سنت پر

تقریر کی تو طلباء کے علاوہ علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ اور دوسرے کبار اساتذہ بھی موجود تھے۔ شاہ صاحب نے دوران تقریر مروجہ تصوف کو بھی موضوع بحث بنایا اور بھرپور طریقے سے اس کی تردید کی، اس سے جامعہ اسلامیہ کے صوفی اساتذہ ظاہر ہو گئے جنہیں بعد میں جامعہ سے فارغ کر دیا گیا۔ جب کہ دوسرے محاضرے میں شاہ صاحب نے محدثین کرام کی خدمات اور علم حدیث میں انھیں پیش آمدہ نکالیف پر بڑی مدلل گفتگو فرمائی جسے از حد پسند کیا گیا۔

○ مدینہ منورہ کی بستی جوف اور اس کے قرب و جوار کی مساجد میں شاہ صاحب کے تبلیغی پروگرام ہوتے رہے۔ اس کے علاوہ سعودی شہروں جدہ، نخیل، شقہ اور حائل وغیرہ میں بھی ان کے دروس اور تقریریں ہوئیں۔

○ تبلیغ دین کے لیے شاہ صاحب برطانیہ، کویت، شارجہ، دومی، ابو ظہبی، خورفکان، عجمان اور عمان وغیرہ بھی گئے اور ہر جگہ توحید و سنت کی بات کی۔ جس طرح علاقہ سندھ میں ان کی مخالفت کی گئی، سعودی عرب میں بھی انھیں نشانہ تنقید بنانے کی کوشش کی گئی لیکن اللہ تعالیٰ نے ہر جگہ ان کی مدد فرمائی اور وہ توحید و سنت کی اشاعت کے مشن پر ثابت قدمی سے گامزن رہے۔

### محمد احمد خاں کی وفات

مرکزی جمعیت اہل حدیث شہر اوکاڑا کے ساتھی محمد احمد خاں ساکن خان کالونی اوکاڑا، ۲۱ فروری ۲۰۱۳ء بروز جمعرات وفات پا گئے، انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم ملنسار اور غریب پرور تھے۔ انھوں نے پس ماندگان میں تین بیٹے، بیوہ، چار بھائی سوگوار چھوڑے ہیں۔ احباب سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ اللہ مرحوم کو جنت الفردوس عطا فرمائے۔ تعزیت کے لیے مرحوم کے بڑے بیٹے محمد عثمان کا رابطہ نمبر یہ ہے:

0300-8432612۔ (عبداللہ یوسف ناظم دارالحدیث اوکاڑا)

## حضرت مولانا ابوبکر صدیق السلفی رحمۃ اللہ علیہ

صدر دارالدعوة السلفیہ، لاہور

۲۳

لے کر سوار ہوئے تو میں بھی اٹھ بیٹھا۔ بہت مشکل حالت میں قصور پہنچا اور پھر فیروز پور سے ہوتا ہوا اپنے گاؤں کریمہ پہنچا۔ ہمارے علاقے بالخصوص تحصیل فیروز پور میں غیر مسلموں کی آبادی برائے نام تھی۔ تعلیم تو چھوٹ ہی گئی تھی اب میں نے کاروبار یعنی تجارت کا ارادہ کیا۔ والد ماجد سے ذکر کیا تو وہ بھی نیم رضا مند ہو گئے۔ مجھے یہ اندازہ نہ تھا کہ پاکستان بننے کے بعد ہمیں یہاں سے نکلنا ہوگا۔ میں نے گندم خریدنی شروع کی۔ سات روپے من کے حساب سے نقد روپیہ اس پر لگا دیا۔ پاکستان بننے کے بعد وہیں سب سامان غلہ گندم وغیرہ چھوڑنا پڑا۔ علاقے کے سب مسلمان ہمارے گاؤں اکٹھے ہو گئے تھے۔ وہاں سے قافلے کی صورت میں پاکستان کی طرف نکل پڑے۔ راستے میں فوجی ملے جو ہمیں یہاں سے نکالنے کے لیے آرہے تھے۔ ہم چونکہ نکل پڑے تھے اس لیے انھوں نے ہمیں کچھ نہیں کہا۔ رات فیروز پور شہر کے باہر قصور روڈ پر گزاری۔ اگلے دن گنڈا سنگھ کے راستے پاکستان میں الحمد للہ داخل ہو گئے۔ پھرتے پھرتے ڈھولن ہٹھاڑ قصبے کے باہر ڈیرہ ڈال دیا۔ اہل خانہ تو ڈھولن ہٹھاڑ ضلع قصور کے باہر کھلے میدان میں ٹھہرے ہوئے تھے اور ہم چار آدمی گھوم پھر کر مکان الاٹ کرانے کے لیے نکل گئے۔ ان دنوں مہاجرین سے ریل کا کرایہ معاف تھا۔ ہم اوکاڑہ، دیپال پور، خانیوال، ٹوبہ ٹیک سنگھ، گوجرہ، لائل پور (فیصل آباد) بھوکے پیاسے گھومتے رہے۔ کہیں کہیں نیک بندوں کے ذریعے کھانا مل جاتا تھا۔ فیصل آباد میں دفتر الاٹ منٹ میں بڑا رش اور بد نظمی تھی۔ ہم نے اس کا نوٹس لینے کا فیصلہ کیا۔ میں نے کھڑے ہو کر مجمعے میں معمولی قسم کی تقریر کی جس میں محکمہ بحالیات کی بد نظمی اور اس پر تنقید تھی۔ ہمارے اس معمولی نوٹس کا خاطر خواہ فائدہ ہوا اور

امرتسر سکھوں کا متبرک شہر اور مرکز تھا۔ اس میں ان کے مختلف ادارے تھے۔ ایک دن مدرسہ غزنویہ کے طلباء بعد نماز عصر باہر گراؤنڈ میں فٹ بال کھیلنے کا شغل کر رہے تھے، سکھوں کی ایک فٹ بال ٹیم آئی اور طلباء کو فٹ بال ٹورنامنٹ کا چیلنج دیا۔ طلباء نے قبول کر لیا۔ ظاہر ہے طلباء عمر اور جسمانی لحاظ اور کھیل کی مہارت کے لیے سکھوں کے مقابلے میں جو بڑے بڑے پہلوان قسم کے کھلاڑی تھے، مقابلہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی مدد سے طلباء جیت گئے اور سکھوں کی ٹیم ہار گئی اور شرمندہ سی ہو کر رہ گئی۔

جب میں امرتسر سے آخری بار نکلا کر فیو کا وقفہ تھا۔ حالات نہایت خطرناک اور مخدوش تھے۔ ٹرینوں کو روک کر مسلمانوں کو قتل کیا جا رہا تھا۔ مسلم لیگ کے رضا کار ریل پر سوار ہونے سے روک رہے تھے۔ بالخصوص وہ ٹرین جو سکھوں کی آبادیوں کے درمیان سے گزرتی تھی۔ مجھے بھی روکا گیا۔ میں کیا کرتا، امرتسر میں ٹھہرنے کا کوئی انتظام نہ تھا، جو ریل امرتسر سے قصور اور فیروز پور کی طرف آتی تھی، اسی پر میں نے سوار ہونا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر سوار ہو گیا۔ ڈبے میں میرے سوا سب سکھ تھے جو بچھڑے ہوئے تھے۔

میرے پاس خانہ دار سفید رومال تھا میں سکڑ کر سیٹ پر لیٹ گیا اور رومال سے اپنے آپ کو لپیٹ لیا۔ ترن تارن پر ریل کی خطرہ تھا یہاں قتل و غارت ہوگی۔ سکھ نہایت اشتعال انگیز نعرے لگا رہے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے بچایا سکھوں نے مجھے تنگ کرنا شروع کیا۔ اٹھو تم کون ہو؟ میں بیمار کی سی آواز میں کہتا: میں بیمار ہوں، مجھے بخار ہے۔ آخر ایک بوڑھا سکھ بولا بھی کیوں بچا رہے بیمار کو تنگ کر رہے ہو اس پر میری جان چھوٹی۔ میں اسی طرح لیٹا رہا۔ کھیم کرن میں گھر دودھ



یہاں مولانا موسیٰ خاں، مولانا شریف اللہ خاں، مولانا عبدہ الفلاح اور مولانا محمد عطاء اللہ حنیف سے شرح وقایہ، ہدایہ حسامی، نور الانوار، اصول شاشی، صحیحین، مطول، ہدیہ سعیدیہ، سلم العلوم، شمس بازغہ وغیرہ کتب پڑھ کر تحصیل علوم کی سند حاصل کی جس پر حضرت الاستاد مولانا محمد عطاء اللہ حنیف، مولانا سید محمد داؤد غزنوی اور مولانا عبدالرحیم رحمانی رحمہ اللہ ممتحن کے دستخط ثبت ہیں۔

تقسیم الاسناد کی تقریب جامع مسجد چینیال والی میں مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ کی صدارت میں ہوئی سند حاصل کرنے والوں میں میرے علاوہ مولانا حافظ بشیر احمد بھوجیانی، مولانا محمد رفیق، مولانا سیف الرحمن الفلاح اور دیگر اہل علم شریک تھے۔

میرے والد ماجد کی خواہش تھی کہ میں طب کی تعلیم بھی حاصل کروں۔ چنانچہ آئندہ میری پوری زندگی حضرت الاستاد مولانا محمد عطاء اللہ حنیف کے مشوروں پر استوار ہوئی۔ طب کی تعلیم حاصل کرنے کی طرف توجہ دی تو بڑے عالم حکیم جناب ظفر اللہ قریشی رحمہ اللہ سے حکیم کبیر الدین کی تشریح الاعضاء پڑھی۔ باقی طب کی تعلیم صالح عالم مولانا حکیم ہدایت اللہ بٹالوی رحمہ اللہ کے پاس رہ کر حاصل کی۔ اور حکیم ابوتراب عبدالحق کے طبی ادارے میں امتحان دے کر سند حاصل کی۔ سرکاری طبی کونسل پاکستان میں درجہ اول پر رجسٹریشن حاصل کی۔ اسی دوران مولانا احمد علی لاہوری سے تفسیری دورہ مکمل کیا اور پچانوے فیصد نمبر حاصل کیے۔ ۲۳ مئی ۲۸ء میں دارالعلوم تقویۃ الاسلام ہال میں مرکزی جمعیت اہل حدیث کی تاسیس کے لیے اجلاس زیر صدارت علامہ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی منعقد ہوا جس میں عاجز راقم الحروف مرکزی جمعیت اہل حدیث مغربی پاکستان کے بانی ارکان کے اجلاس میں شامل ہونے کا اعزاز رکھتا ہے۔ اور اسی زمانے سے مرکزی جمعیت اہل حدیث کے ساتھ زندگی بھر تعلق رہا۔ پہلے مرکزی جمعیت اہل حدیث کی عاملہ کارکن بعد میں نائب امیر منتخب ہوا۔ اسی زمانے میں حضرت الاستاد سنن ابوداؤد کا حاشیہ فیض الودود کے نام سے تحریر فرما رہے تھے، اور میں ان کا معاون تھا، جو کتاب الطہارہ سے آگے نہ بڑھ

انتظام بہتر ہو گیا۔ خالی ہاتھ تو تھے ہی کہیں سے ٹوٹی شیشی اور معمولی سا قلم لیا اور مہاجرین کے فارم پر کرنے بیٹھ گئے۔ چھ پیسے فی فارم الحمد للہ کچھ نقدی جمع ہو گئی تو گوجرے گئے۔ وہاں اپنے منظور شدہ فارموں پر گائے بھینس مل گئیں۔ شہر سے دو میل پر چک نمبر ۹۶ میں الاٹ منٹ ہو گئی۔ لیکن ساتھی مطمئن نہ تھے کہ نہری پانی ٹیل پر ہے۔ وہاں سے نکلے اور چک نمبر ۸۰ گ ب (فیصل آباد) میں جا آباد ہوئے۔ وہیں برادر مکرم مولوی احمد الدین فیروز پوری رحمہ اللہ نے آباد کاری میں اعزہ واقرباء کی بڑی خدمت کی۔ اللہ تعالیٰ ان کو اجر جزیل سے نوازے، آمین۔

وہیں درس نظامی جاری کیا جس کا نام حضرت الاستاد مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ کے مشورے سے دارالقرآن والسنة رکھا گیا۔ مدرسہ بڑے جوش و جذبے سے جاری رہا۔ مختلف علماء متدربہ کی خدمات انجام دیتے رہے۔ ان میں مولانا قدرت اللہ فوق رحمہ اللہ، صدر مدرس، مولانا عبید اللہ عقیف رحمہ اللہ، شیخ الحدیث دارالحدیث مسجد قدس چوک داگراں لاہور، حکیم شمس العارفین وغیرہ تھے۔ بہت سے علماء وہاں سے پڑھ کر خدمات انجام دے رہے ہیں۔ مہتمم مدرسہ مولوی احمد الدین فیروز پوری قضائے الہی سے فوت ہو گئے۔ بعد میں مدرسہ کو سنبھالنے والا کوئی نہ تھا۔ مدرسہ کمزور ہو گیا اس کا کتب خانہ جامعہ سلفیہ ستیانہ بنگلہ میں منتقل ہو گیا۔ اب صرف لڑکیوں کا مدرسہ جاری ہے۔ مقامی طلباء قرآن کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ رہے نام اللہ کا۔

ابتداء میں میں ایک چھوٹی سی مسجد میں امامت و خطابت اور بچوں کو قرآن مجید کی تعلیم دیتا رہا اور ساتھ ساتھ کریانہ کی دکان کر لی۔ بہ ظاہر تعلیم سے تعلق منقطع ہو گیا تھا کہ اچانک حضرت الاستاد مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ کا مکتوب ملا کہ تم کدھر پھر رہے ہو؟ جو کام تم کر رہے ہو وہ تو ساری دنیا کر رہی ہے کام تو وہ کرنا چاہیے جس کی طرف لوگوں کا دھیان کم ہے، وہ ہے دین کی تعلیم۔ اس خط سے میں بڑا متاثر ہوا سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر لاہور دارالعلوم تقویۃ الاسلام شیش محل روڈ میں داخل ہو گیا۔ یہیں حضرت الاستاد شیخ الحدیث کے منصب عالی پر فائز تھے



سکا۔ اس طرح پوری زندگی حضرت الاستاد محمد عطاء اللہ حنیف کا دست شفقت میرے سر پر رہا۔

آپ کی وساطت سے مختلف مقامات پر خطابت و امامت کے لیے رابطہ ہوا مگر کہیں ہاتھ پاؤں نہ اڑ سکا اس سلسلے میں وزیر آباد میں حضرت حافظ عبدالمنان محدث پنجاب رحمہ اللہ کی مسجد میں گیا۔ مجھ سے پہلے وہاں پر ایک ہم جماعت مدراسی کام کر رہا تھا۔ لوگ خاص اس سے مطمئن تھے۔ میں کوئی دو ہفتے وہاں ٹھہرا ہا مگر موقع نہ مل سکا ان دنوں میرے مہربان مربی حضرت مولانا حکیم عبدالجید صاحب سوہدروی جو بہت بڑے مصنف، صحافی حکیم مقرر و خطیب تھے، سے رابطہ ہوا۔ نہایت مہربان تھے، مجھے اپنے ساتھ سوہدرے لے گئے۔ کھلایا پلایا اور فرمایا مضمون لکھو۔ چنانچہ ان کی راہنمائی میں مضمون لکھا جو انھوں نے اپنے اخبار میں چھاپ دیا۔ مولانا عبدالجید سوہدروی کا مجھ پر احسان یہ ہے کہ انڈیا میں دور و نزدیک اپنے وعظ و تقریر سے لوگوں کو مستفید فرماتے تھے۔ ہمارے گاؤں کرمہ کے تین کلومیٹر پر موضع ٹہی کلاں میں جلسہ تھا۔ جلسہ مسجد کے وسیع صحن میں جہاں پرالی بچھائی گئی تھی، ہوا۔ میں اس وقت تیسری کلاس میں تھا۔ جلسہ میں اور لڑکوں کے ساتھ میں بھی شریک ہوا۔ مولانا عبدالجید سوہدروی کی تقریر زبردست تھی، جس میں آپ نے مسلمانوں کی حالت زار کا نقشہ کھینچا تھا۔ خاص طور تمباکو کے بارے تفصیلات پیش کی تھیں۔

آخر میں آپ نے پوچھا کون کون قرآن مجید کا ترجمہ پڑھے گا؟ میں نے بھی ہاتھ کھڑا کیا۔ اللہ تعالیٰ کو منظور تھا کہ میں درس نظامی سے فارغ ہوا اور ساٹھ سال سے قرآن مجید کے ترجمے کی کلاس لے رہا ہوں۔ ان شاء اللہ اس کا اجر ان کو بھی ضرور مل رہا ہوگا۔

۱۹۵۰ء میں جب تقویۃ الاسلام سے فارغ ہوا مولانا احمد علی شیرانوالہ کی تفسیری خدمات کی شہرت سنی توان کی خدمت میں زانوئے تلمذتہ کیا۔ میں اکیلا اہل حدیث تھا میرے ساتھ بڑی شفقت فرماتے تھے۔ باقی طلباء خیر المدارس ملتان وغیرہ سب دیوبندی تھے۔

دیوبندی طلباء اپنے اساتذہ کی تربیت سے سخت متعصب تھے اور

غالی مقلد تھے۔ میرے ساتھ معاندانہ رویہ رکھتے تھے۔ ایک دن سبق کے دوران طلباء نے میرے بارے سخت سوالات اٹھائے۔ یہ وہابی ہے، رفع الیدین اور آمین کہتا ہے، مقلد نہیں۔ حضرت الاستاذ نے فرمایا کیا کلمے میں تقلید کا ذکر ہے؟ اگر تم رفع الیدین منسوخ سمجھتے ہو تو نہ کرو وہ منسوخ نہیں سمجھتا تو اس کو کرنے دو میں خاموش رہا۔ میری طرف سے خوب مدافعت فرمائی۔ نماز مغرب کے بعد مجھے اکیلے بعض اوقات لے کر بیٹھ جاتے اور مولانا عبدالواحد غزنوی رحمہ اللہ کی خوبیاں اور ان کے خاندان سے اپنے تعلقات بیان فرماتے۔ آپ جب تک زندہ رہے ہمیشہ مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ کی اقتداء میں اقبال پارک کے کھلے میدان میں سنت کے مطابق نماز عید ادا فرماتے رہے۔ آپ کے دورہ تفسیر میں الحمد للہ میں نے پچانوے فیصد نمبر حاصل کیے۔ سند میرے پاس موجود ہے جس پر آپ کے اور مولانا حسین احمد مدنی کے دستخط موجود ہیں۔ آپ کے لائق و فائق نواسے مولانا عبدالوحید جو بڑے نفیس ہستی ہیں حرم کی میں ان سے تعارف ہوا، راقم الحروف سے بڑی محبت سے پیش آئے۔ اللہ تعالیٰ انھیں دنیا و آخرت کی حسنت سے نوازے، آمین۔

میرے تقویۃ الاسلام شیش محل روڈ لاہور میں قیام کے زمانے میں مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمہ اللہ میرے مہربان، بڑے عالم فاضل، مؤرخ، مصنف، صحافی بااخلاق جنھیں میں لڑکپن سے انڈیا ہی سے جانتا ہوں، مرکزی جمعیت اہل حدیث کے ناظم دفتر کے طور پر تشریف لائے۔ آپ نیکی اور علم کے ساتھ انکساری و عاجزی کے پیکر ہیں۔ بڑائی، تکبر سے کوسوں دور ہیں۔ دفتر کی نظامت کے ساتھ ساتھ ہفت روزہ الاعتصام (جس کے مدیر مسئول حضرت الاستاد مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ تھے)، میں بھی کام کرتے تھے۔ انھوں نے پہلا مضمون شہادت حسین پر لکھا اور خوب لکھا۔ مجھے بھی شائع ہونے سے پہلے دکھایا۔ میں نے مضمون پڑھ کر اندازہ کر لیا کہ ان میں لکھائی پڑھائی اردو ادب کی بہترین صلاحیتیں موجود ہیں۔ میں ان دنوں الاعتصام کی بابت گنگ کرتا تھا۔ مجھے معاوضہ میں ڈیڑھ روپیہ ملتا تھا۔ دیکھتے دیکھتے

مولانا محمد اسحاق بھٹی پہلے مفت روزہ الاعتصام لاہور جو مرکزی جمعیت اہل حدیث کا آرگن تھا، نائب مدیر، پھر مدیر بنے۔ آپ نے محنت اور صلاحیتوں سے اخبار کو اعلیٰ مقام تک پہنچا دیا۔ آپ نے الاعتصام سے الگ ہو کر منہاج نام سے روزہ اخبار بھی جاری کیا جو کچھ عرصے کے بعد دم توڑ گیا۔ رہے نام اللہ کا۔

جب کہیں کام نہ بناتا تو میں نے پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان چونکہ پاس کیا ہوا تھا اسی بنا پر مختلف سکولوں میں بہ حیثیت ٹیچر درخواستیں دیں۔ اس زمانے میں لاہور آج کے مقابلے میں پندرہ بیس گنا چھوٹا تھا، مگر کہیں جگہ نہ مل سکی۔

آخر کار ارادہ کیا کہ گاؤں میں مطب یونانی شروع کروں۔ چنانچہ طبابت کا کام شروع کیا۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے سو فیصد بیمار تندرست ہوئے۔ ان میں کئی ایسے تھے جو علاج سے عاجز آچکے تھے۔ علاج بھی کرتا اور دعا بھی لیکن پیسے مانگنے میں شرم محسوس کرتا۔ اسی دوران اسلامیہ ہائی سکول مصری شاہ لاہور میں عربی ٹیچر کی ضرورت نکلی اس سکول میں مولانا محمد شریف اشرف رحمہ اللہ جو بڑے عالم، سوڑے والی مسجد اہل حدیث شیرانوالہ میں خطیب تھے، ٹیچر تھے۔ میری درخواست سکول ہذا میں موجود تھی۔ انھوں نے حضرت الاستاد مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ سے رابطہ کیا۔ اتفاقاً میرے مہربان دوست اور بہنوئی مولوی احمد الدین مولانا عطاء اللہ کے پاس موجود تھے۔ حضرت الاستاد نے انھیں فرمایا فوراً جاؤ اور ابوبکر کو لے آؤ۔ چنانچہ اگلے دن میں سکول میں بہ طور ٹیچر ملازم ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو اجر جزیل سے نوازے۔

سکول میں تدریسی خدمات انجام دے رہا تھا ساتھ ہی مسجد عزیز اہل حدیث میں عارضی طور پر امام و خطیب اور مدرس بھی تھا۔ اصل امام حافظ عبدالعزیز شجاع آبادی تھے، جو میاں عبدالعزیز باریٹ لاء، جو لاہور کارپوریشن کے میئر رہ چکے تھے، کی طرف سے بنائی گئی تھی۔ تقریباً اڑھائی سال ۵۴ تک یہاں کام کیا اور بلوغ المرام اور صرف نحو کی ابتدائی کتب بھی پڑھاتا رہا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی

اے اللہ میں نے دینی علم تیرے دین کی خدمت کے لیے حاصل کیا ہے۔ اب میں سکول پڑھا رہا ہوں مجھے موقع دے کہ تیرے دین کی بے لوث خدمت کر سکوں۔ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی اور مجھے مسجد نجم احاطہ تھانیدار لاہور میں خدمت کا موقع ملا جو جون ۵۴ سے اب تک جاری ہے۔ میں نے مسجد کی خدمت کے سلسلے میں کوئی معاوضہ وصول نہیں کیا۔ یہ مسجد پاکستان بننے سے پہلے کی ہے۔ میں نے آکر جماعت بندی کی۔ مسجد کا نام مسجد نجم اہل حدیث رکھا اور یہاں امامت کے ساتھ تدریسی خدمات بھی انجام دیتا رہا۔ ناظرہ قرآن، دعائیں، نماز حدیث اور قرآن کی بھرپور طریقے سے کام کر رہا ہوں۔ بے شمار عوام نے یہاں سے فیض حاصل کیا ہے۔ ترجمہ قرآن کلاس پہلے دن سے شروع کی جو آج تک جاری ہے۔ چند ہی سالوں میں مسجد میں توسیع کی گئی اور جمعۃ المبارک کی ادائیگی شروع ہوئی۔ پہلا خطبہ حضرت الاستاد مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ نے ارشاد فرما کر افتتاح فرمایا۔ اسی دوران میں نے پنجاب یونیورسٹی سے منشی فاضل کا امتحان پاس کیا اور وفاق المدارس اور طب کی سند حاصل کی۔ میٹرک کا امتحان پاس کیا طبی کونسل پاکستان سے اے لیول کی رجسٹریشن حاصل کی۔ طالبات کو دوبار بخاری شریف کا درس دیا۔ طلباء کو مشکاة شریف کی بہت سی احادیث زبانی یاد کرائیں۔ تفسیر جامع البیان اور دیگر احادیث وفقہ اور صرف و نحو کی کتب پڑھائیں۔

ایک وقت تھا کہ میں اکیلا ہی شمالی لاہور میں اہل حدیث کا نمائندہ تھا اب تو ماشاء اللہ بیس سے بھی زیادہ مساجد بن چکی ہیں۔ پہلا حج ۱۹۸۲ء میں کیا اس کے بعد چار حج اور ایک عمرے کی سعادت حاصل کی۔ الحمد للہ علی ذلک۔

حضرت الاستاد مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ کی تربیت اور نگرانی میں تفسیر موضح القرآن کی تسہیل میں کام کیا۔ اس کا نام حضرت الاستاد نے موضح الفرقان تسہیل موضح القرآن تجویز فرمایا جو علامہ حسین اینڈ سنز اردو بازار نے شائع کی۔ اس کے بے شمار ایڈیشن نکل چکے ہیں۔ ”غایۃ الامانی“ کا اردو ترجمہ کیا جو ہزار صفحات سے زائد ہے۔ ایک

ایک خطبہ جو مولانا محمد حسین بن حافظ محمد لکھوی ارشاد فرما رہے تھے اس میں ایک شعر پڑھا تھا جس کا مصرع آج بھی یاد ہے۔  
کبھی ہزیمت آئی

مولانا قدرت اللہ لکھوی اور مولوی عبداللطیف لکھوی ہیڈ ماسٹر کا دوپہر کا کھانا عموماً ہمارے گھر میں تیار ہوتا تھا۔ وقفہ کے دوران کھانا کھانے کے لیے عام طلباء چلے جاتے تھے وقفہ تقریباً پون گھنٹے کا ہوتا ہوگا ایک دن جب کہ میں سکول کی دوسری کلاس کا طالب علم تھا تفریح کے دوران گھر سے کھانا کھا کر بازار کے راستے سکول جا رہا تھا بازار میں کوئی بیس دکانیں ہوں گی۔ جب میں اس جگہ پہنچا جہاں بازار ختم ہونے والا تھا بازار میں ایک زبردست قسم کا کتلیٹا ہوا تھا میں ڈر کر دیوار کے ساتھ لگ کر اس کتے کے پاس سے گزرا میرا خیال تھا وہ سورہا ہے جونہی میں اس کے برابر پہنچا وہ اٹھا، اچھلا اور میری بائیں ٹانگ پر حملہ آور ہوا اور میری پنڈلی سے بوٹی نوج لی۔ لوگوں نے بچ بچا کر اپنا نہ وہاں ڈاکٹر نہ حکیم بس اوڑھ پوڑھ ہوتا تھا۔ کچھ عرصہ میں معذور رہا اللہ تعالیٰ نے شفادی آج بھی اس بڑے زخم کا نشان میری شناخت موجود ہے۔ جب میں تیسری جماعت میں پہنچا تو ایک دن تفریح کے دوران سے نکلا سکول کے سامنے ایک کھلا میدان تھا جہاں طلباء کھیلتے تھے وہاں گلی ڈنڈا بھی کھیلا جا رہا تھا کہ کھلاڑی نے جوش نہ لگایا وہ سیدھا میری آنکھ پر آگیا۔ علاج کہاں سے ہوتا کوئی انتظام ہی نہیں تھا گویا ارشاد نبوی کے مطابق ((لا یداوون لا یطیرون وعلی ربہم یتوکلون)) نقشہ اور ماحول تھا۔ اس زخم لگانے والے احمد الدین ترکھان کو معاف کر دیا۔ غالباً اسی کا نتیجہ ہے کہ اگرچہ میری بائیں آنکھ خراب ہوگئی لیکن دائیں آنکھ اس بڑھاپے میں بھی درست کام کر رہی ہے۔ ولله الحمد ..... سکول اور مسجد سے بچپن کے تعلق کا مجھے یہ فائدہ ہوا کئی سورتیں زبانی یاد ہو گئیں مثلاً سورہ یاسین، سورہ ملک، سورہ مزمل اور سورہ سجدہ۔

ایک واقعہ اور اللہ کی مہربانی:

امر تر المدرسة الغزنوية السلفية میں تعلیم کے دوران دل چرایا کہ

بدعتی نبھانی نے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ کے رد میں کتاب لکھی تھی، اس کے جواب میں یہ غایۃ الامانی کتاب لکھی گئی تھی۔ اس کی اشاعت کی سعادت دارالعلوم اثریہ جہلم نے حاصل کی۔

منقذی الاخبار کا اردو ترجمہ جو ناقص تھا مکمل کیا۔ کہیں کہیں توضیح فوائد بھی لکھے۔ اعراب لگائے۔ یہ دارالدعوة السلفية محل روڈ لاہور نے شائع کیا۔ فقہ محمدیہ کی تسہیل کی یہ کتاب احکام پر مشتمل ہے۔ اس کے آغاز میں عقائد کا اضافہ کیا جو قرآن وحدیث پر مشتمل ہیں۔ یہ بھی میاں عبدالعید مرحوم مالواڈہ کے پاس تھی، غیر مطبوع۔ فتاویٰ حمویہ کا اردو ترجمہ غیر مطبوع نصیحة المسلمین، عمل بالحدیث، کشف الشبهات کا اردو ترجمہ کیا۔

حضرت الاستاد مولانا عطاء اللہ حنیف ڈالہ کے ساتھ کئی سال جامعہ اسلامیہ سلفیہ اہل حدیث آبادی حاکم رائے گوجرانوالہ کے طلباء کے امتحان میں معاون رہا۔ اب کئی سال سے جامعہ سلفیہ نصر العلوم گوجرانوالہ کا ممتحن ہوں۔ ایک سال تعلیم الاسلام ماموں کا نجی فیصل آباد کا سالانہ تحریری امتحان لیا تھا۔ ایک سال جلال پور پیر والا کے سالانہ امتحان میں حضرت الاستاد کا معاون تھا۔

اب ”دارالدعوة السلفية“ شیش محل روڈ کا خادم (صدر) ہوں۔ سکول میں تدریس کے دوران بہت سے طلباء کے عقائد درست ہوئے۔ بے شمار شاگردوں نے فیض پایا۔

موضع لکھو کے علم و روحانیت کا مرکز تھا وہاں سے مولانا محمد علی لکھوی ڈالہ ان کے صاحب زادگان مولانا محی الدین لکھوی، مولانا معین الدین لکھوی ہمارے گاؤں کرمہ میں وعظ و تبلیغ کے لیے جہاں اور علماء تشریف لاتے وہ بھی آتے رہتے تھے۔ پھر سکول میں اساتذہ کرام میں مولانا قدرت اللہ لکھوی، مولانا عبدالرحمن لکھوی، ہیڈ ماسٹر مولوی عبداللطیف لکھوی تعلیم کے ساتھ نیکی کی تربیت فرماتے تھے۔ پھر قرآن مجید ناظرہ کے بعد اپنے استاد بابا نظام الدین نمبر دار ڈالہ کے پاس احوال الآخرت سبقاً سبقاً پڑھی۔ جمعہ پڑھنے کبھی کبھی لکھوی یا مرکز اسلام جایا کرتے تھے۔

بعد پنجاب یونیورسٹی سے منشی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ پھر میٹرک کا امتحان دیا جس میں کامیاب ہوا۔ مولوی فاضل کے امتحان کی تیاری کے دوران سخت بیمار ہوا یہاں تک کہ معالج حضرات نے پڑھنے لکھنے کی ممانعت کر دی صرف یہ اجازت تھی کہ بیٹھ کر سن سکتے ہو اس بیماری کے دوران محی عبدالعلیم خان رحمہ اللہ نے میری بڑی خدمت کی۔ اللہ تعالیٰ ان کو اجر جزیل سے نوازے، آمین۔

ہمارے بزرگ غزنوی خاندان کے گل سرسبد مولانا سید محمد داود غزنوی رحمہ اللہ سے کبھی کبھی مجلس ہوتی تھی جس سے ہم نے بڑا فیض پایا۔ میں نے عرض کیا آپ کے مدرسہ کا نام تقویۃ الاسلام ہے۔ ہم فارغ ہونے والے مدرسے کی طرف کس طرح نسبت کر سکتے ہیں تو انہوں نے کہا: اصل میں اس مدرسے کا پہلا نام المدرستہ الغزنویۃ السلفیہ تھا۔ لہذا تم السلفیہ کے ساتھ اپنی نسبت رکھو یعنی السلفی۔ اسی وجہ سے میرے نام کا لاحقہ السلفی ہے نہ کہ سلفی۔

۴۰ میں جب موضع بھاؤ وال جو ضلع امرتسر میں واقع تھا، پڑھتا تھا۔ مولانا عبدالکریم گرنہی جو امین خاندان غزنویہ کے نام سے ملقب تھے، کا بیٹا محمد یحییٰ میرے ساتھ پڑھتا تھا، ان کے گاؤں میں جانا ہوا۔ واپسی پر انہوں نے مجھے ایک کمان، ایک کڑکی جو شکار کے لیے ہوتی ہے دی، جب میں واپس بھاؤ وال کے قریب دریائے ستلج کے کنارے دیہات کوٹ میں پہنچا تو پولیس نے مجھے پکڑ لیا اور کہا کمان اور کڑکی کا لائسنس دکھاؤ میں نے کہا اس کا تو لائسنس نہیں ہوتا وہ نہ مانے اور سپاہی نے کہا پٹی تھانے لے جاؤ میں نے بہتیرا کہا میرے سبق کا وقت ہے مجھے جانے دو پولیس نہ مانی۔ ایک سپاہی مجھے لے کر چل پڑا تھوڑی دور گیا تو سپاہی پیشاب کرنے بیٹھ گیا اور بغیر استنجے کے کھڑا ہو گیا میں نے اس سے کہا کیا تو مسلمان ہے؟ پیشاب سے تیرا جسم اور کپڑے ناپاک ہو گئے ہیں۔ اس نے کہا باتیں مت کرو چائے پانی دو تو تمہیں چھوڑ دوں گا۔ میرے پاس غالباً تین آنے تھے وہ اس نے لے لیے اور مجھے آزاد کر دیا۔ میں بھاؤ وال پہنچ گیا۔ اسی سال لاہور میں جمعیت علمائے ہند کا جلسہ تھا جس میں مولانا ابوالکلام آزاد

خود کمائی کر کے تعلیم حاصل کرنی چاہیے جمعۃ المبارک کے دن چھٹی ہوتی تھی اور مسجد کے ساتھ مدرسہ کی عمارت مولانا محمد اسماعیل غزنوی مرحوم کی نگرانی میں بن رہی تھی مسجد کے ساتھ ہی ایک متمول صاحب محمد شریف جو غالباً گورنمنٹ کے کسی محکمہ میں افسر تھے، ریٹائر ہو کر رہائش پذیر تھے۔ انہوں نے شاید اپنی کھڑکیوں اور روشن دانوں کو جو ناجائز طور پر مسجد میں کھلتے تھے، بچانے کے لیے (Stay Order) لے لیا تھا۔ مولانا محمد اسماعیل غزنوی چاہتے تھے عمارت جلد از جلد مکمل ہو۔ پہلے کمرے کی چھت ڈاٹ کے ذریعے ڈالی گئی تھی ابھی وہ چھت کچی تھی اس کے اوپر دوسرا کمرہ شروع کر دیا گیا اس وقت میں بھی مزدور کی حیثیت سے تگڑ میں مسالہ لے کر سیڑھی پر چڑھ رہا تھا۔ ایک آدھ پائے دان باقی تھا کہ عمارت یک دم سے گر گئی۔ مجھے نہیں معلوم کیا ہوا مشہور ہو گیا ایک طالب علم اس عمارت میں دب کر مر گیا ہے۔ مغرب کے وقت ہسپتال میں مجھے کچھ ہوش آیا تو وہاں عظیم ترین ہستی مولانا نیک محمد رحمہ اللہ اور طلباء میری خبر گیری کے لیے موجود تھے۔ آٹھ دس دن کے بعد مجھے ہسپتال سے رخصت ملی تو میں ننگے بدن ایک تہبند کے ساتھ ہاتھ میں گڑوی لے کر مدرسہ میں پہنچا۔ اتفاقاً وہاں سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ مہتمم مدرسہ موجود تھے مجھے دیکھ کر کہا: ”الـرـزق مقسوم والحریص محروم۔“ یہ ان کا اپنا قیاس تھا ورنہ میں نے تو ایک نیک جذبے کے تحت ہی مزدوری کی تھی۔ اس حادثے میں مجھے جو چوٹیں اور زخم لگے وہ زندگی بھر اپنا اثر دکھاتے رہے۔

امرتسر میں ہم تین طلباء کا کھانا لوہ گڑھ سے آتا تھا جو مسجد سے کم از کم ڈیڑھ کلومیٹر ہوگا ہمیں باری باری کھانا لانے کے لیے جانا ہوتا۔ میں اکتا گیا اور دعا کی مجھے اس سے نجات دے۔ چنانچہ دعا قبول ہوئی اگلے سال مسجد کے بالکل ساتھ والے گھر سے تازہ بہ تازہ کھانا آتا۔

دارالعلوم تقویۃ الاسلام میں تحصیل علم سے فارغ ہو کر اپنے ہم سبق احباب سیف الرحمن الفلاح مولانا محمد رفیق وغیرہ کے ساتھ جواب مرحوم ہو چکے ہیں پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان دیا۔ الحمد للہ اپنے ساتھیوں میں سب سے زیادہ نمبر حاصل کیے۔ اس کے



وغیرہ کا تھکا دیا۔ استاد ہی نہیں بلکہ گہرے دوست ہونے کا ثبوت ہے۔  
اولاد و احفاد:

میری اولاد میں میرے دو بیٹے، دو بیٹیاں موجود ہیں۔ ایک بیٹی فوت ہو گئی تھی۔ میرا بیٹا ڈاکٹر محمد چوہدری کینسر سپیشلسٹ ہے۔ کے ای کالج لاہور میں تعلیم حاصل کی۔ میوہسپتال میں خدمات انجام دیں۔ آج کل ایسوسی ایٹ پروفیسر وارڈ انچارج گنگارام ہسپتال ہیں۔ ان کی ایک بیٹی شادی شدہ، دو بیٹے ارسلان، عبداللہ زیر تعلیم ہیں۔

دوسرا بیٹا حافظ قرآن احمد ساجد ہے۔ جس نے دینی تعلیم بھی حاصل کی ہے۔ بیس سے زائد مصلے سنا چکا ہے۔ اس کے دو بیٹے نبہان، سہل اور ایک بیٹی ام ایمن زیر تعلیم ہیں۔ دو بیٹیاں ربیعہ، سمیہ اپنے اپنے گھروں میں آباد ہیں۔

اللہ تعالیٰ مجھ گنہگار کے گناہ معاف فرمائے اور حسنات قبول فرمائے، آمین

اب چراغ سحر ہوں بجھا چاہتا ہوں  
رہے نام اللہ کا

تاسید الہی:

میرے بڑے بھائی حاجی عبدالعزیز مرحوم کی شادی انڈیا میں ہوئی تھی، ان کی بیوی کو جن ستاتے تھے، ان کا مختلف طریقوں سے علاج کیا گیا۔ ان دنوں میں طالب علمی کے سلسلہ میں مسافری کی زندگی میں گاؤں سے باہر تھا۔ پاکستان بننے کے بعد چک نمبر ۸۰ گ ب فیصل آباد میں آباد ہونے کے دوران جب تکلیف شروع ہوئی تو میں نے تعویذ دیا، اس سے افاقہ ہوا لیکن چند ماہ بعد ہی تعویذ کم ہو گیا۔ پھر تکلیف شروع ہو گئی۔ پھر تعویذ دیا اس کا حشر بھی پہلے تعویذ والا ہوا۔ میں نے گھر میں کہا جب ان کو تکلیف شروع ہو تو مجھے فوراً اطلاع دیں۔ چنانچہ ایک دن مجھے جبکہ میں اپنی دکان پر بیٹھا تھا، اطلاع ملی میں فوراً گھر گیا جاتے ہی لاحول و لا قوۃ الا باللہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھ کر تھتھکارا اور اپنی زبان میں کہا: ظالمو! تمہیں اللہ تعالیٰ نے آبادیوں سے جنگلوں، بیابانوں میں

کی آمد آمد تھی ہم اپنے استاد کے ہمراہ لاہور پہنچے۔ اس جلسے کے ناظم مولانا سید محمد داود غزنوی رحمہ اللہ تھے۔ مولانا حسین احمد مدنی، مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی وغیرہ علماء کی تقاریر ہوئی۔ آخر میں امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد کا زبردست خطاب ہوا یہ خطاب سن کر جب کہ میری عمر چودہ سال تھی ایسا جذبہ پیدا ہوا کہ سب انگریزوں کو قتل کر دوں اس جلسے کے پنڈال میں داخلے کے لیے چار آنے کا ٹکٹ تھا۔

مولانا آزاد نے سب قاتیل گروا دیں اور بے شمار لوگوں نے آپ کا خطاب سنا۔  
اساتذہ کرام:

ناظرہ قرآن بابا نظام الدین نمبردار (موضع کرما) سکول میں مولوی عبدالرحمن لکھوی، عبداللطیف لکھوی، ماسٹر نور محمد، درس نظامی میں مولانا شمس الدین جو ایک واسطے سے میاں سید نذیر حسین محدث کے شاگرد تھے۔ مولانا حافظ محمد اسماعیل بھاؤ وال، مولانا خان محمد منجن آباد، مولانا غلام مرتضیٰ صدر مدرس مدرسہ صدیقیہ عباسیہ منجن آباد، مولانا محمد عبداللہ شام کوٹ جگر اوں، مولانا محمد رمضان منڈی صادق گنج، حضرت الاستاد شیخ الحدیث مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ، بھوجپانی، برادران مولانا عبدالرحمن، مولانا عبداللہ، مولانا عبدالرحیم، شیخ الحدیث ولی اللہ مولانا نیک محمد (امرت سر)، مولانا محمد عبدہ الفلاح، مولانا شریف اللہ سواتی، مولانا محمد موسیٰ خاں۔

طب میں: حکیم ظفر اللہ قریشی فاضل طب والجراحت طبیہ کالج دہلی، مولانا حکیم ہدایت اللہ بٹالوی، آقا بیدار بخت ایڈووکیٹ رحمہ اللہ میرا بچپن میں نام محمد صدیق تھا۔ بعد میں ابوبکر صدیق ہوا۔ والد ماجد کا نام ولی محمد بن بدر الدین (تارخان دان)

شادی خانہ آبادی:

میرا نکاح چک نمبر 18/1-L کے ایک معزز گھرانے میں ہوا۔ میرا نکاح استاد پنجاب مولانا عطاء اللہ لکھوی نے پڑھایا۔ میرے استاد مربی مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ نے لاہور سے خاص طور پر چک نمبر 18/1-L ضلع اوکاڑہ میں نکاح میں شرکت فرمائی اور رومال

ریاض الصالحین نامکمل  
مفتی الاخبار نامکمل  
الترغیب والترہیب نامکمل  
اصطلاحات المحدثین  
شرح نخبۃ الفکر نامکمل  
جامع ترمذی

نکال دیا ہے، تم کیوں تکلیف دیتے ہو؟ یہاں سے نکل جاؤ اس پر وہ چلے گئے۔ بھائی کی بیگم تندرست ہوگئی۔ پہلے معالج مختلف پابندیاں لگاتے تھے، بڑا گوشت نہیں کھانا وغیرہ۔ میں نے کہا اب تم ہر حلال چیز کھا سکتی ہو۔ الحمد للہ اس کے بعد ساٹھ سال میں پھر تکلیف نہیں ہوئی۔ ایک مریض کے بارے میں تعویذ کے لیے ایک میرے جاننے والے کو سفارشی بنایا گیا اس کو یاد نہ رہا۔ ایک سادہ کاغذ کا تعویذ بنا کر اس مریض کو دیا اور وہ تندرست ہو گیا۔ اس طرح کے کئی اور واقعات بھی ہوئے۔ مسجد نجم احاطہ تھا نیدر لاہور میں جب آیا ایک چھوٹا سا مکان کرایہ پر لیا جس میں سہولتیں نہ ہونے کے برابر تھیں۔ میں نے دعا کی یا اللہ ایک مکان دے۔ اسی دوران ایک صاحب میرے پاس آئے اور کہاں فلاں پلاٹ خالی ہے وہ مرزائی کا ہے۔ آپ لینا چاہیں تو قبضے کے ایک سو بیس روپے دے دیں۔ میں نے کہا میرے پاس صرف ساٹھ روپے ہیں۔ چنانچہ ساٹھ روپے میں چھ مرلے کی ہندو پراپرٹی کا قبضہ مل گیا اور پھر آہستہ آہستہ رہائش کے لیے مکان بھی تیار ہو گیا۔

میری مسجد کے ایک نمازی نے سردرد کی شکایت کی کہ علاج کے باوجود آرام نہیں آ رہا۔ میں نے کھڑے کھڑے سورۃ فاتحہ اور دوسری دعائیں پڑھ کر دم کیا۔ اسی وقت درد ختم ہو گیا، کبھی نہ ہوا۔ دعا اور دوا کا رگر ہیں لیکن جب اللہ تعالیٰ چاہے۔ ہر دعا دنیا میں قبول نہیں ہوتی بعض منظور ہو جاتی ہیں۔ بعض اللہ تعالیٰ کے ہاں محفوظ ہو جاتی ہیں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی مرضی پر منحصر ہے۔ بندے کا کوئی کمال نہیں۔

زیر درس و تدریس کتب:

قرآن مجید ناظرہ و ترجمہ کلاس  
تفسیر جلالین و تفسیر جامع البیان  
الفوز الکبیر شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ  
بخاری تدریساً  
مشکاۃ درساً و تدریساً  
بلوغ المرام نامکمل

ضرورت مدرس  
درس نظامی کی کلاس پڑھانے کے لیے مختی اور لائق استاد کی فوری ضرورت ہے۔ شادی شدہ فرد جلد رابطہ کریں۔  
(حافظ محمد ایوب خالد، مہتمم جامعہ عمر ابن الخطاب، منڈی جھبراں، ضلع شیخوپورہ۔ فون: 0300-8878629)

### ضروری اعلان

ہفت روزہ ”الاعتصام“ لاہور میں مضامین ارسال کرنے والے خواتین و حضرات درج ذیل باتوں کا ضرور خیال فرمایا کریں:

- ⊙ مضمون کاغذ کی ایک طرف لکھا ہو، صاف ستھرا اور حاشیہ چھوڑ کر لکھیں۔
- ⊙ مضمون مدلل، باحوالہ، آیت، حدیث اور کتب کے نام و صفحہ نمبر مکمل تحریر فرمائیں۔
- ⊙ جلسوں، کانفرنسوں کے اشتہارات یا اعلانات بھیجنے والے احباب اس کا اعلان جلسہ یا کانفرنس کے انعقاد سے پندرہ دن پہلے ارسال کر دیا کریں، نیز ان جلسوں یا تقاریر کی رپورٹ وغیرہ شائع کرنے سے ادارہ قاصر ہے۔

⊙ مضمون ارسال کرنے والے شائع ہونے کے لیے اپنی باری کا انتظار کیا کریں نیز غیر معیاری مضامین کی اشاعت سے اداہ معذرت خواہ ہے۔ امید ہے قارئین دفتر الاعتصام سے تعاون کریں گے۔ (منیجر)



# زندگی کے سارے سکھ، صحت اور تندرستی سے ہیں



## تن سکھ سے تندرستی

تن سکھ جسم و جان کو تقویت پہنچاتی ہے، نظام ہضم اور افعال جگر کی اصلاح کرتی ہے

ہمدرد

ہمدرد کے متعلق مزید معلومات کے لیے ویب سائٹ ملاحظہ کیجیے:

[www.hamdard.com.pk](http://www.hamdard.com.pk)

ماہنامہ صحت اور تندرستی  
آپ ہمدرد دوست ہیں۔ اعتماد کے ساتھ مصنوعات ہمدرد خریدتے ہیں۔ جائزہ نتائج تندرستی  
شکر علم و حکمت کی تعمیر میں لگ رہا ہے۔ اس کی تعمیر میں آپ بھی شریک ہیں۔

طبع اول (۱۹۵۶ء)  
طبع دوم (۲۰۱۰ء)

## حجیت حدیث نمبر ہفت روزہ الاعتصام

ہفت روزہ الاعتصام کے حجیت حدیث نمبر کا دوسرا ایڈیشن شائع ہو گیا ہے۔ یہ نمبر موضوع اور مضامین کے تنوع کے اعتبار سے اس لائق ہے کہ اسے ہر حلقہ میں پہنچایا جائے۔ فاضل مضمون نگاروں نے نہایت محنت اور تحقیق سے اس کے مضامین تحریر فرمائے ہیں۔ اپنی گونا گوں خصوصیات کے لحاظ سے اور انکار حدیث کی رہ رہ کر اٹھتی لہروں سے نپٹنے کے لیے یہ علمی دستاویز اس قابل ہے کہ جماعت کے ذمہ دار حضرات، مساجد کے خطباء کرام، پڑھے لکھے تاجر و صنعتکار احباب سکولوں، کالجوں، سرکاری لائبریریوں، اساتذہ، پروفیسروں اور اصحاب علم و تحقیق تک اس کو پہنچائیں خصوصاً مدارس دینیہ کے منتہی طلباء کو یہ تحفہ پیش کریں تاکہ طلباء اس سے مستفید ہو کر فتنہ انکار حدیث کے ہر پہلو سے آشنا ہو کر خدام حدیث کی سنہری لڑی میں شامل ہو جائیں۔

حالیہ اشاعت الاعتصام کے موجودہ سائز پر طبع کی گئی ہے جو تین صد سے زائد صفحات پر مشتمل اور چہار رنگہ ٹائٹل سے مزین ہے۔ ہم نے اس میں اشتہارات دے کر قارئین کے علمی ذوق کو مجروح نہیں کیا۔ اس نمبر میں ہر فاضل مضمون نگار کا مختصر تعارف مضمون کے شروع میں دینے کی جدت بھی مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ نے ایجاد کی تھی جن کو اب موجودہ حالات کے مطابق مکمل کر دیا گیا ہے۔

◎ کمپیوٹر کمپوزنگ ◎ عمدہ سفید کاغذ ◎ چہار رنگہ ٹائٹل سے مزین جلد ◎ قیمت 360 روپے

### الاعتصام دوسروں تک بھی پہنچائیں

الحمد للہ ہفت روزہ الاعتصام لاہور، اپنے سفر کی 65 ویں منزل میں داخل ہو گیا ہے۔ اس کے مضامین تحقیقی، علمی و فقہی ہونے کے ساتھ ساتھ تفسیر القرآن، درس حدیث، علوم و معارف کے علاوہ بین الاقوامی اور ملکی سیاسی، سماجی مسائل پر بھی ہوتے ہیں۔ الاعتصام جہاں جہاں پہنچ رہا ہے اللہ کے فضل و کرم سے اس کے مضامین کو لوگ ذوق شوق سے خود بھی پڑھتے ہیں اور دوسروں کو بھی یقیناً پڑھاتے ہوں گے۔ ہم قارئین سے التماس کرتے ہیں کہ الاعتصام کی توسیع اشاعت کے لیے تھوڑی تھوڑی کوشش کر کے اپنے دوستوں، اہل علم حضرات و خواتین، مساجد و مدارس کے منتظمین وغیرہم کو ترغیب دلائیں اور اسے جاری کروائیں۔

سالانہ زرتعاون مبلغ پانچ سو روپے ہے۔ ششماہی تین سو روپے ہے۔ بذریعہ منی آرڈر یا بذریعہ چیک (بغیر کراس) یہ رقم ارسال کی جاسکتی ہے۔ سال میں پچاس شمارے ہوتے ہیں اور سال کے بعد ایک پوری کتاب بن جاتی ہے۔ خطباء حضرات کے لیے ”الاعتصام“ بڑا مدد و معاون ہوتا ہے۔ کئی خطیب حضرات اس کے مضامین سے استفادے کے بعد خطبات جمعۃ المبارک ارشاد فرماتے ہیں۔ نیز کتاب و سنت کی صحیح راہنمائی کے لیے بھی اس کا مطالعہ بڑا مفید ہے۔ قارئین کوشش فرمائیں اور نئے دوستوں کے نام جاری کروائیں۔ امید ہے آپ سب حضرات ادارے کے ساتھ تعاون فرما کر عند اللہ ماجور ہوں گے۔ جزاکم اللہ خیراً

(ناظم دفتر ہفت روزہ الاعتصام، ۳۱- شیش محل روڈ، لاہور ۵۴۰۰۰۵)

## ناگفتہ بہ

ہر سینہ چمن میں ناسور ہیں تو کیوں ہیں  
یا رب! یہ تیرے بندے مجبور ہیں تو کیوں ہیں  
شاید صبا کی نکبت صرصر میں گھل چکی ہے  
یہ غنچہ ہائے عصمت بے نور ہیں تو کیوں ہیں  
خونِ شفق کی صُو ہے محلوں کے حاشیے پر  
پیکِ قضا کی زد میں جمہور ہیں تو کیوں ہیں  
تعزیر چاٹتی ہے خونِ رگِ خطابت  
اقبال کی نوائیں مقہور ہیں تو کیوں ہیں  
ذروں کے دل کی دھڑکن اب تیز ہو چلی ہے  
لیکن یہ ماہ و انجم معذور ہیں تو کیوں ہیں  
بطحا کی وادیوں سے آواز آ رہی ہے  
اسلام کے رجز خواں رنجور ہیں تو کیوں ہیں  
سرکار کی روش پر احباب پوچھتے ہیں  
احرار کی سنائیں مستور ہیں تو کیوں ہیں؟

(شورش کاشمیری)